اخبار الرایہ

شمارہ نمبر 597

(29-اپریل-2026)

(عربی سے ترجمہ)

امریکہ اور زوال کا سفر...2
معاہدے تک پہنچنے کے لیے امریکی بے تابی اور ایرانی مزاحمت کے درمیان...6
جب طاقت کا افسانہ دم توڑ جائے...10
اسلام ہی مسلمانوں کی آزادی کی ضمانت ہے...12
حزب التحریر / ولایہ تیونس: تیونس کی سرزمین پر امریکی فوجی مشقیں ایک جرم ہیں.................................13
چین اور آبنائے ہرمز کا بحران: مضطرب بین الاقوامی نظام میں خاموشی سے ابھرنا.......................................15
'سواپ لائنز' (Swap Lines): زیرِ تعمیر ایک ایسا عالمی مالیاتی نظام جو پیٹروڈالر کے دور کا خاتمہ کر سکتا ہے.........19
اینگلو امریکن اشتراک کا خاتمہ امتِ مسلمہ کے لیے ایک موقع ہے..23
اے اہلِ پاکستان! اپنے حکمرانوں کے دھوکے میں نہ آئیں، کیونکہ وہ امریکی منصوبوں پر عمل پیرا ہیں...................27
وہ واحد چیز جس کی پیروی امتِ مسلمہ کرتی ہے...29
ہجرت سے متعلق کانفرنسیں تلخ حقیقت کو خوبصورت بنانے اور ذمہ داری سے فرار کا ذریعہ ہیں.........................30
یمن کے باشندوں کو بھوک اور قحط چاٹ رہا ہے تو پھر اس کا جڑ سے خاتمہ کرنے والا حل کیا ہے؟........................34
کیا کوئی ذی ہوش انسان اپنے ملک کو استعمار کے حوالے کرنے پر راضی ہو سکتا ہے؟!....................................37
جدید عالمی بحران کا حل: اسلام...38
آج اجنبیت ہے تو کل اللہ کے حکم سے غلبہ و تمکنت ہو گی...39

اے پاکستان کی مسلح افواج کے مخلصو! تمہارے ہاتھوں میں ایک سنہری موقع ہے؛ خلافت قائم کرو، مشرقِ وسطیٰ کو اپنی قیادت میں متحد کرو، اور امریکہ کو مسلمانوں کے علاقوں سے نکال باہر کرو۔ تمکنت اور نصرت کا اللہ کا وعدہ تمہارے سامنے ہے، اور دنیا ایک عظیم تبدیلی کی دہلیز پر کھڑی ہے۔ اپنے ایمان کی قوت کے ساتھ، مدینہ کے انصار (رضی اللہ عنہم) کی پیروی کرو، اور اسلام کے نظامِ حکومت کے ذریعے اس کے نور کی شعاعوں کو دوبارہ دنیا میں پھیلا دو۔

اداریہ

امریکہ اور زوال کا سفر

تحریر: شیخ عدنان مزیان

(ترجمہ)

جو شخص بھی جدید اقوام کی رفتار کا مشاہدہ کرنے کا ملکہ رکھتا ہو، اور عروج و زوال کے اسباب پر ماہرانہ نظر رکھتا ہو، وہ اس نازک مرحلے کو بخوبی سمجھ لے گا جس سے امریکہ اس وقت گزر رہا ہے۔ دہائیوں سے وہ زوال کی جانب گامزن ہے، باوجود اس کے کہ وہ چوٹی کے بے مثال مقام پر فائز ہے۔ اس کا مسلسل غلبہ بالادستی، ثقافتی اور مادی قیادت کی سیڑھی پر کسی جاری چڑھائی کا مرہونِ منت نہیں ہے، بلکہ اس کی وجہ یہ ہے کہ فی الوقت کوئی ایسا مضبوط حریف موجود نہیں ہے جو اسے اس چوٹی سے بے دخل کر سکے۔

اس کے زوال کی وجوہات بحرانوں کے انبار اور ان کے حل میں اس کی بدترین ناکامی میں پنہاں ہیں، جس کے ساتھ ساتھ اصلاح کے لیے اپنائے گئے بے ترتیب اور غیر مستحکم طریقے بھی شامل ہیں۔ چونکہ خلا کا کوئی وجود ممکن نہیں، اس لیے اس طاقتور ملک کو درپیش چیلنج میں مزید شدت اس لیے آ رہی ہے کہ دنیا بھر میں اس کے دشمن اسے گرانے اور اس کی بالادستی کو ختم کرنے کے طریقے سرگرمی سے تلاش کر رہے ہیں۔

جہاں تک بحرانوں کا تعلق ہے، بہت سے مبصرین نے ان پر بحث کی ہے، جن میں سے اہم ترین کو درج ذیل نکات میں نمایاں کیا جا سکتا ہے:

نظریاتی اور تہذیبی اقدار کا بحران:

امریکہ نے خود کو دنیا بھر میں جمہوریت اور انسانی حقوق کے علمبردار کے طور پر پیش کیا، جو آمریت، ظلم اور پسماندگی کے خلاف نبرد آزما ہے۔ اس نے خود کو آزاد سرمایہ دارانہ معیشت کے قائد کے طور پر بھی پیش کیا، جو ہر کسی کو سرمایہ کاری، مقابلے اور خوشحالی کے مواقع فراہم کرتا ہے۔ تاہم، یہ جھوٹ اس لالچی اور استعماری سرمایہ دارانہ نظریے کی حقیقت کے سامنے جلد ہی چکنا چور ہو گیا، جو تمام نام نہاد اقدار اور حقوق پر صرف دولت مندوں کے مادی فائدے کو

ترجیح دیتا ہے۔ اس کا ناگزیر نتیجہ دنیا کی اقوام کے ساتھ ظلم، لوٹ مار اور استعمار کے ذریعے مغربی ممالک، بالخصوص امریکہ کی درندگی کی شکل میں سامنے آیا۔ اس جھوٹ کا شعور خود مغربی عوام تک بھی پھیل گیا، جو خود لوٹ مار، جبر اور استبداد کا شکار ہوئے، جس کے نتیجے میں سرمایہ دارانہ نظام پر ان کا ایمان ختم ہو گیا اور وہ الجھن اور متبادل کی تلاش کے دور میں داخل ہو گئے۔

مالی اور معاشی بحران:

اس میں کوئی شک نہیں کہ امریکی پالیسی کے ذریعے پیدا ہونے والے بڑے مالیاتی بلبلے نے، جو کہ فرضی سود پر مبنی معیشت اور سونے یا حقیقی اشیاء کے پشت پناہ کے بغیر ڈالروں کی چھپائی، اور ساتھ ہی بے دریغ اخراجات اور لامحدود قرضوں کے ذریعے تشکیل دیا گیا ہے، صفِ اول کے معاشی ماہرین کو اس بلبلے کے جلد پھٹنے اور امریکی معیشت کے ایسے تاریخی خاتمے کی وارننگ دینے پر مجبور کر دیا ہے جس کے سامنے گزشتہ صدی کا 'عظیم بحران' (Great Depression) ایک معمولی واقعہ معلوم ہو گا۔ امریکہ اب مالیاتی افراطِ زر اور معاشی جمود کو روکنے کے قابل نہیں رہا، سوائے ٹریژری بانڈز پر سود کی شرح کو اوپر نیچے کرنے کی ناکام کوششوں کے، یا دوسری قوموں سے اربوں ڈالر لوٹنے اور جگہ جگہ جنگیں چھیڑ کر اسلحے کی صنعت کو ایندھن فراہم کرنے کے۔ حقیقت میں یہ کوئی بنیادی حل نہیں ہے بلکہ صرف نئے مسائل کی طرف فرار ہے جو پچھلے بحرانوں کو مزید سنگین بنا دیتے ہیں۔ لہٰذا، یہ توقع کی جاتی ہے کہ امریکی معیشت اچانک بیٹھ جائے گی، اور امریکی عوام خود کو دیوالیہ یا دیوالیہ ہونے کے قریب پائیں گے، جب وہ وہم ختم ہو جائے گا جس میں وہ بینک بکسوں اور اسٹاک ایکسچینج کے جدولوں میں جمع ڈیجیٹل نمبروں کی بنیاد پر جی رہے تھے۔

اندرونی اور بیرونی سیاسی بحران:

امریکہ اس وقت اپنے مختلف مقتدر حلقوں کے درمیان شدید اندرونی تقسیم کا شکار ہے، جہاں متعدد مسائل پر سیاسی اختلافات شدت اختیار کر چکے ہیں۔ ان میں سفید فاموں کی برتری (white supremacy) کا نظریہ شامل ہے، جو امریکہ کو دنیا بھر سے آنے والے رنگدار تارکین وطن کی وجہ سے ایک وجودی خطرے کا سامنا کرتے ہوئے دیکھتا ہے؛ لبرل آزادیوں، صنف (gender)، ہم جنسی پرستی اور جنس کی تبدیلی سے متعلق جاری بحران؛ یہودی وجود کی بربریت کی حمایت پر پیدا ہونے والا شدید اختلاف کا نیا بحران؛ ریاستہائے متحدہ کے اندر امیر ریاستوں میں وفاقی یونین سے آزادی کی بڑھتی ہوئی خواہش؛ اور ملک کو چلانے کے طریقے اور آنے والی نسلوں کے مستقبل پر تنازعہ شامل ہیں۔ یہ تمام عوامل

ایک قریب الوقوع خانہ جنگی، یا کم از کم انقلابات اور بے چینی کی پیش گوئی کرتے ہیں جو داخلی صورتحال کو غیر مستحکم کر دیں گے۔

خارجہ پالیسی کے حوالے سے، موجودہ امریکی انتظامیہ نے جان بوجھ کر تمام ممالک کے خلاف اَن سنا متکبرانہ اور تحقیر آمیز رویہ اپنا کر دنیا بھر میں خود کو اتحادیوں کے بغیر تنہا کر لیا ہے۔ بات یہاں تک پہنچ چکی ہے کہ اس نے دوست ممالک پر حملہ کرنے، طاقت کے ذریعے ان کے علاقوں پر قبضہ کرنے اور انہیں ضم کرنے کی دھمکیاں دی ہیں، اور عالمی سطح پر تیل، گیس اور توانائی کے وسائل پر کنٹرول حاصل کرنے کی خواہش کا کھلم کھلا اظہار کیا ہے تاکہ ان ممالک پر دباؤ ڈالا جا سکے جو اس کے غیر معقول اور ناقابلِ پیش گوئی مطالبات تسلیم نہیں کرتے۔ نتیجے کے طور پر، امریکہ ایک ناپسندیدہ ملک بن چکا ہے، اور اب تمام ممالک اس متکبر اور غیر مستحکم وجود پر اعتماد کھونے کے بعد تعاون اور اتحاد کے متبادل راستے تلاش کر رہے ہیں۔

حریفوں اور مقابلوں کو قابو کرنے میں ناکامی کا بحران:

امریکہ چین کی صنعتی، سائنسی، معاشی، فوجی اور سیاسی ترقی کو روکنے میں مکمل طور پر ناکام رہا ہے۔ چین واقعی کئی شعبوں میں قائدانہ حیثیت حاصل کر چکا ہے۔ اگر چین امریکہ کو دنیا کی صفِ اول کی طاقت کے عہدے سے ہٹانے کا فیصلہ کر لے، تو وہ آج ایسا کرنے کی صلاحیت رکھتا ہے اور اس کی یہ صلاحیت روز بروز بڑھ رہی ہے۔ مزید بر آں، امریکہ روس کو توڑنے میں بھی ناکام رہا ہے، باوجود اس کے کہ اس نے یوکرین کا جال بچھایا جو جلد ہی خود اس کے اور یورپ کے لیے الٹا پڑ سکتا ہے۔ اس نے مسلم ممالک کی ان بعض حکومتوں کی وفاداری بھی کھونا شروع کر دی ہے جو کبھی اس کے مفادات کی خدمت کرتی تھیں اور وہاں اس کی مرضی نافذ کرتی تھیں۔

امریکہ جن اہم ترین کاموں میں ناکام رہا، ان میں سے ایک "اسلامی منصوبے" اور جسے "سیاسی اسلام" کہا جاتا ہے، کا خاتمہ تھا۔ باوجود اس کے کہ اس کے خلاف ہر سطح پر مسلسل حملے کیے گئے، خاص طور پر عوام میں امریکہ اور مغرب کی دشمنی کے حوالے سے بڑھتے ہوئے شعور، اسلامی اتحاد کی ضرورت، اور شریعت کی حکمرانی اور مکمل اسلامی ریاست یعنی "خلافت" کی طرف واپسی کے ادراک کے ساتھ۔ اس منصوبے کے لیے کام کرنے والوں کی بڑھتی ہوئی طاقت اور اسلامی دعوت کے میدان میں کام کرنے والوں کے درمیان خلافت کے تصور کے پھیلاؤ نے امریکہ اور مجموعی طور پر مغربی تہذیب کے لیے سب سے خطرناک دشمن کے اچانک ابھرنے کی نوید سنا دی ہے۔

مشرقِ وسطیٰ کی جنگ کا بحران:

آخری بات جو اہمیت میں ذرا بھی کم نہیں ہے وہ یہ ہے کہ امریکہ ایران اور خطے میں اس کے حلیفوں کے ساتھ ایک تنازعے میں پھنس چکا ہے۔ ایک ایسی طاقت جس کا رعب دوسروں کو کسی کارروائی سے روکتا تھا، امریکہ کا وہ وقار اور تشخص اب خاک میں مل چکا ہے۔ وہ ایران کی حکومت کو اندر سے گرانے میں ناکام رہا، اور اس نے ان مخالفین کی ہمدردی بھی کھو دی جو حکومت کی مخالفت کے باوجود امریکہ اور یہودی وجود کے خلاف دشمنی رکھتے تھے؛ ان مخالفین نے امریکہ اور صیہونی ریاست پر ملک میں قتل و غارت اور تباہی پھیلانے کا الزام لگایا، جبکہ امریکہ نے کھلے عام ایران کو پتھر کے دور میں واپس بھیجنے کے اپنے ارادے کا اعلان کیا تھا۔ امریکہ جنگجوؤں کو ہتھیار ڈالنے پر مجبور کرنے میں بھی ناکام رہا، یہ وہ مقصد تھا جس کے بارے میں ٹرمپ نے ابتدائی دنوں میں خود کو اس وہم میں مبتلا کر رکھا تھا کہ وہ اسے حاصل کر لے گا۔ ایران کی سپاہِ پاسدارانِ انقلابِ اسلامی نے امریکہ کے لیے ذلت آمیز شرائط کے بغیر جنگ روکنے اور آبنائے ہرمز کو دوبارہ کھولنے سے انکار کر دیا۔ اب جنگ جاری رکھنے کا مطلب امریکی میزائل دشمن دفاعی صلاحیتوں میں مزید کمی، خطے میں امریکی فوجی اڈوں کی مزید تباہی، یہودی وجود کے بنیادی ڈھانچے کو مزید نقصان، اور جنوبی لبنان میں یہودی فوج کی قوت میں مسلسل کمی ہے۔

اگر ٹرمپ زمینی کارروائی شروع کرنے کا فیصلہ کرتا ہے، تو اسے بھاری جانی نقصان کا خطرہ مول لینا پڑے گا۔ اس کے پاس اب واحد راستہ غیر روایتی ہتھیاروں کا سہارا لینا بچا ہے تاکہ ہیروشیما اور ناگاساکی کے بعد جاپان کے ہتھیار ڈالنے جیسا منظر نامہ مسلط کیا جا سکے، لیکن یہ اقدام مکمل طور پر الٹا پڑ سکتا ہے کیونکہ اس سے عالمی ایٹمی جنگ کے دروازے کھل سکتے ہیں۔ مزید برآں، اس کے بعد بھی پاسدارانِ انقلاب کے ہتھیار ڈالنے کی کوئی ضمانت نہیں ہے۔ بلکہ اس کے برعکس، پورا خطہ امریکہ اور اس کے لاڈلے پالے ہوئے وجود، یعنی یہودی وجود کے خلاف آگ کے شعلوں کی لپیٹ میں آ سکتا ہے۔

مختصر یہ کہ، امریکہ آج جو کچھ بھی کر رہا ہے وہ اس کے زوال کی رفتار کو تیز کر رہا ہے، تاکہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ کے حکم سے عنقریب قائم ہونے والی خلافت اسے آخری اور مہلک ضرب لگا سکے۔

حزب التحریر کے مرکزی میڈیا آفس کے رکن

معاہدے تک پہنچنے کے لیے امریکی بے تابی اور ایرانی مزاحمت کے درمیان

تحریر: استاد اسد منصور

(ترجمہ)

امریکی صدر ٹرمپ ایران کے ساتھ کسی معاہدے تک پہنچنے کے لیے انتہائی بے تاب ہیں۔ انہوں نے 11 اپریل 2026 کو اپنے نائب صدر جے ڈی وینس کو، جو ان کے ملک کی دوسری طاقتور ترین شخصیت ہیں، اسی مقصد کے حصول کی کوشش میں پاکستان بھیجا، لیکن وہ کامیاب نہ ہو سکے۔ ٹرمپ نے یہ اعلان بھی کیا کہ وہ 21 اپریل 2026 کو مذاکرات کے دوسرے دور کے لیے وینس کو دوبارہ بھیجیں گے، لیکن ایران نے اس میں شرکت سے انکار کر دیا، جس سے ان کی کوششیں خاک میں مل گئیں۔ اس کے بعد ٹرمپ نے اعلان کیا کہ وہ 25 اپریل 2026 کو اپنے خصوصی ایلچی اسٹیو وٹکوف اور اپنے داماد کشنر کو پاکستان بھیجیں گے، لیکن ایرانی وزیر خارجہ عباس عراقچی کے ملک سے روانہ ہونے کے بعد انہوں نے ان کا دورہ منسوخ کر دیا۔

ایران نے امریکی وفد سے ملاقات کے لیے اپنی آمادگی کا کوئی اعلان نہیں کیا۔ ایرانی وزارتِ خارجہ نے بیان دیا کہ "وزیر خارجہ عباس عراقچی پاکستان کے دورے پر ہیں اور انہوں نے پاکستان کے آرمی چیف عاصم منیر سے ملاقات کی ہے۔ انہوں نے جنگ بندی، جنگ کے خاتمے اور خطے میں امن و استحکام کو فروغ دینے کے طریقوں سے متعلق پیش رفت پر تبادلہ خیال کیا۔ انہوں نے تہران کے موقف اور مشاہدات سے بھی پاکستانی فریق کو آگاہ کیا۔"

رائٹرز نے ایک پاکستانی ذریعے کے حوالے سے بتایا کہ "عراقچی نے امریکی مطالبات کے حوالے سے ایران کے مطالبات اور تحفظات پیش کیے، اور اسلام آباد میں ایران اور امریکہ کے درمیان کسی ملاقات کا کوئی منصوبہ نہیں ہے۔" فارس نیوز ایجنسی نے ایرانی سپریم نیشنل سیکیورٹی کونسل کا یہ بیان نقل کیا کہ "امریکہ کے ساتھ کوئی مذاکرات نہیں ہوں گے۔"

اس کے بعد عراقچی نے عمان کا سفر کیا، جہاں انہوں نے واضح کیا کہ ایران مذاکرات کو پاکستان سے عمان منتقل کرنا چاہتا ہے۔ اس اقدام کو عمان کے ایک غیر جانبدار ثالث کے طور پر کردار ادا کرنے کے طریقے کے طور پر دیکھا گیا، جو کہ 28 فروری 2016 کو ایران پر امریکی-یہودی حملے سے قبل ہونے والے مذاکرات کے سابقہ ادوار کے برعکس تھا۔ اس سے پہلے بھی اسی طرح کی صورتحال پیدا ہوئی تھی جب امریکی اور ایرانی وفود نے عمان میں ملاقاتیں کی تھیں، یہاں تک کہ 2015 کے معاہدے پر دستخط ہو گئے تھے۔ ایران آبنائے ہرمز سے متعلق مذاکرات میں عمان کو شامل کر کے اسے بات چیت کا ایک فریق بنانا چاہتا ہے۔ چنانچہ 26 اپریل 2016 کو ایرانی وزارتِ خارجہ نے اعلان کیا کہ "عراقچی نے عمان کے سلطان سے ملاقات کی اور ان کے ساتھ آبنائے ہرمز میں بحری سلامتی اور خلیج و بحیرہ عمان کی سیکیورٹی سے متعلق امور پر تبادلہ خیال کیا۔" عمان کو شامل کر کے ایران اپنی مذاکراتی پوزیشن کو مضبوط بنانا چاہتا ہے۔

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ پاکستان، ایران پر امریکی مطالبات تسلیم کرنے کے لیے دباؤ ڈال رہا ہے۔ اس کے حقیقی حکمران، آرمی چیف عاصم منیر نے 15 اپریل 2026 کو ایران کا تین روزہ دورہ کیا، جہاں انہوں نے متعدد ایرانی حکام سے ملاقاتیں کیں، مشاورت کی اور مذاکرات کے نئے دور کے حوالے سے امریکہ کا پیغام پہنچایا۔ ایسا لگتا ہے کہ عاصم منیر ایرانی سیاست کے حقیقی کھلاڑیوں کی شناخت کرنا اور اپنے آقا، ریاست ہائے متحدہ امریکہ، کے لیے صورتحال واضح کرنا چاہتے تھے۔ ٹرمپ نے جمعرات 23 اپریل 2026 کو بیان دیا کہ، "وہ سب الجھن کا شکار ہیں۔ انہیں اندازہ نہیں کہ ان کا لیڈر کون ہے۔ آپ جانتے ہیں، ہم نے واقعی قیادت کی تین سطحیں ختم کر دیں۔ اور وہ ہر شخص بھی جو ان کے بالکل پیچھے تھا... اس لیے، ان کے لیے یہ سمجھنا مشکل ہو رہا ہے کہ آخر ملک کی طرف سے کون بات کر سکتا ہے۔ وہ بس جانتے ہی نہیں ہیں۔"

24 اپریل 2026 کو ٹرمپ نے کہا، "وہ ایک پیشکش کر رہے ہیں اور ہمیں دیکھنا ہو گا... میں یہ کہنا تو نہیں چاہتا، لیکن ہم ان لوگوں سے نمٹ رہے ہیں جو اب باگ ڈور سنبھالے ہوئے ہیں۔" اس سے اس بات کی تصدیق ہوتی ہے کہ پاکستان انہیں ایران کے بارے میں معلومات فراہم کر رہا ہے۔ جب ٹرمپ نے دیکھا کہ عراقچی نے ان کے ایلچیوں، اسٹیو

وٹکوف اور کشنر سے ملنے سے انکار کر دیا ہے، تو انہوں نے 25 اپریل 2026 کو ان کا دورہ منسوخ کرتے ہوئے کہا، "میں نے کہا، 'نہیں، تم وہاں جانے کے لیے 18 گھنٹے کی پرواز نہیں کرو گے۔'" انہوں نے دعویٰ کیا کہ "تمام پتے ہمارے ہاتھ میں ہیں۔ وہ جب چاہیں ہمیں کال کر سکتے ہیں، لیکن اب تم فضول باتوں کے لیے مزید 18 گھنٹے کی پروازیں نہیں کرو گے۔" یہ اب تک ایران کو اپنی شرائط پر معاہدے کے لیے مجبور کرنے میں ان کی ناکامی کو ظاہر کرتا ہے۔

امریکہ کے برعکس، ایران کسی معاہدے تک پہنچنے میں ناخواندہ اور مذاکرات میں غیر دلچسپی لیتا ہوا نظر آتا ہے۔ وہ لڑنے کے لیے تیار ہے، جیسا کہ ایرانی ٹیلی ویژن نے اعلیٰ فوجی کمانڈر کے حوالے سے بتایا، "اگر امریکی افواج نے خطے میں اپنا محاصرہ اور بحری قزاقی جاری رکھی تو ہم انہیں جواب دیں گے۔" ایرانی وزارتِ دفاع کے ترجمان نے 25 اپریل 2026 کو بیان دیا کہ "امریکہ جنگ کی دلدل سے نکلنے کا راستہ تلاش کر رہا ہے۔"

ایران، امریکہ کی معاہدے پر دستخط کرنے کی ضرورت سے آگاہ ہے، اور ٹرمپ کے نائب سے دوبارہ ملنے اور ان کے ایلچیوں سے ملاقات سے انکار کر کے اپنی پوزیشن مضبوط کرنے کے لیے کام کر رہا ہے۔ اس سب نے ٹرمپ کو شرمندہ کیا ہے اور اسے ان کے منہ پر ایک طمانچہ تصور کیا جاتا ہے، جو انہیں کمزور پوزیشن میں دکھاتا ہے، اور اس نے عالمی سطح پر ایران کے مقام کو بلند کیا ہے، ساتھ ہی امریکہ اور اس کی پروردہ یہودی ہستی کے ساتھ دوبارہ جنگ لڑنے کے لیے اس کی آمادگی کو بھی واضح کیا ہے، اور ایران نے اعلان کیا ہے کہ وہ انتہائی مطالبات کو قبول نہیں کرے گا۔

یہ ذکر کیا گیا ہے کہ عراقچی روس کا دورہ کریں گے، کیونکہ ایران روس کو مذاکرات میں شامل کرنے کی کوشش کر رہا ہے تاکہ امریکہ کی اجارہ داری کو ختم کیا جا سکے اور اس کے دباؤ میں کمی لائی جا سکے۔ تاہم، امریکہ اس سے انکار کر رہا ہے، اور روس میں اتنی ہمت نہیں کہ وہ امریکہ کو چیلنج کرے اور مذاکرات میں اپنی شمولیت کے لیے اصرار کرے۔ اس کے بجائے، روس امریکہ کو چیلنج کرنے یا اسے اشتعال دلانے سے گریز کر رہا ہے تاکہ ایسا نہ ہو کہ امریکہ یوکرین کے معاملے پر روس کے خلاف ہو جائے۔ امریکہ نے مطالبہ کیا ہے کہ یوکرین ان علاقوں سے دستبردار ہو جائے جن پر روس نے قبضہ کر رکھا ہے، جو روس کے مفادات کے عین مطابق ہے اور یہ بات اسے وہاں اپنی جنگ جیتنے کی امید دلاتی ہے، جسے وہ اپنے لیے انتہائی اہم سمجھتا ہے۔ اس لیے اس بات کا امکان کم ہے کہ روس ایران کی خاطر امریکہ پر کوئی دباؤ ڈالے گا۔

ٹرمپ کو مذاکرات کے لیے جو چیز بے تاب کر رہی ہے وہ ایران کے ساتھ ایک ایسا معاہدہ کرنے کی خواہش ہے جو انہیں ایک فاتح کے طور پر پیش کرے، جس سے ان کی اور ان کی جماعت کی پوزیشن مضبوط ہو جائے کیونکہ ملک کے اندر ان

کی مقبولیت کم ہو چکی ہے۔ٹرمپ کو اس نومبر میں ہونے والے کانگریس کے وسط مدتی انتخابات میں اپنی پارٹی کی شکست کا خوف ہے، جو دو سال بعد ہونے والے عام صدارتی انتخابات پر بھی اثر انداز ہو گی۔

مزید بر آں، عالمی معیشت پر اس جنگ کے اثرات انتہائی سنگین ہیں۔ آبنائے ہرمز پر ایران کا کنٹرول اور ایرانی بندر گاہوں کی امریکی ناکہ بندی عالمی معاشی بحران کو مزید بگاڑ رہی ہے، جس کا بنیادی ذمہ دار خود امریکہ ہے۔ 26 اپریل 2026 کی اخباری رپورٹوں کے مطابق آبنائے ہرمز کے گرد و نواح میں 600 سے زائد بڑے تجارتی جہاز پھنسے ہوئے ہیں، کیونکہ ایران مطالبہ کر رہا ہے کہ آبنائے کو دوبارہ کھولنے سے پہلے اس کی بندر گاہوں سے ناکہ بندی ختم کی جائے۔

ریاستہائے متحدہ امریکہ خود کو ایک مخمصے میں کھڑا دیکھ رہا ہے۔ اگر وہ دوبارہ جارحیت شروع کرتا ہے، تو کیا وہ اپنے مقاصد حاصل کر سکے گا جبکہ وہ پہلے ہی چالیس دن تک یہ کوشش کر چکا ہے؟ اسے اس پر شبہ تھا۔ چنانچہ اس نے مذاکرات پر توجہ مرکوز کرنے اور ان کے ذریعے اپنے مقاصد حاصل کرنے کو ناگزیر سمجھا۔یہی وجہ ہے کہ اس نے جنگ بندی میں غیر معینہ مدت تک توسیع کر دی تاکہ مذاکرات کے ناکام ہونے کی صورت میں دوبارہ جارحیت کی شرمندگی سے بچا جا سکے۔

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ایران اس حقیقت کو سمجھ چکا ہے، اسی لیے اس نے ٹرمپ کے نائب صدر اور ان کے ایلچیوں کے ساتھ دوبارہ مذاکرات شروع کرنے سے انکار کر دیا ہے، اور وہ تمام محاذوں پر اپنے موقف کو مستحکم کرنے کے لیے کام کر رہا ہے۔ تاہم، وہ میدانِ عمل میں تنہا کھڑا ہے، جبکہ دوسری طرف ریاست ہائے متحدہ امریکہ عالمِ اسلام کے کمزور اور ایک دوسرے سے کٹے ہوئے ٹکڑوں میں بٹے ہونے کا بھرپور فائدہ اٹھا رہا ہے۔

یہ صورتحال اس اشد ضرورت اور انتہائی اہمیت کو اجاگر کرتی ہے کہ عالمِ اسلام کو ایک واحد ریاست، خلافت علیٰ منہاج النبوۃ، کے تحت متحد کیا جائے، تاکہ امریکہ اور یہودی وجود کا ڈٹ کر مقابلہ کیا جا سکے اور انہیں فیصلہ کن شکست سے دوچار کیا جا سکے۔

جب طاقت کا افسانہ دم توڑ جائے

ایران پر امریکہ اور یہودیوں کی حالیہ جنگ نے ایک ایسی بڑی حقیقت کو بے نقاب کر دیا ہے جسے مغرب اور بالخصوص امریکہ ایک طویل عرصے سے چھپانے کی کوشش کر رہا تھا: وہ یہ کہ طاقت صرف ریاست کے پاس موجود طیارہ بردار بحری جہازوں، ایٹمی ہتھیاروں کے ذخیروں، یا رعب و دبدبے اور غلبے کی نمائش میں نہیں ہے، بلکہ اس کا اصل راز امت کے پاس موجود عالمی زندگی، اس کی معیشت کی شہ رگوں، اور اس کی توانائی، خوراک اور تجارتی سلامتی پر حقیقی اثر و رسوخ کی چابیوں میں پوشیدہ ہے۔

یہ بات اب بالکل واضح ہو چکی ہے کہ اسلامی ممالک تاریخ کے حاشیے پر نہیں کھڑے اور نہ ہی وہ دوسروں کے دستِ نگر ہیں، بلکہ وہ اس دور کے طاقت کے عظیم ترین ذخائر پر براجمان ہیں: وہ سمندری گزرگاہیں جہاں سے عالمی تجارت گزرتی ہے، تیل، گیس اور کھاد کے بے پناہ ذخائر، وہ جغرافیائی محلِ وقوع جس پر مشرق و مغرب کی نقل و حرکت کا انحصار ہے، اور وہ عوام جن کے پاس ایسی انسانی اور ایمانی توانائی موجود ہے کہ اگر اس کا درست رخ متعین کر دیا جائے تو وہ دنیا کا نقشہ بدل کر رکھ دے۔ آبنائے ہرمز اس کی محض ایک مثال ہے؛ کتنی ہی سپر پاورز ایسی ہیں جن کی مارکیٹیں کانپنے لگتی ہیں،

جن کے حساب کتاب بگڑ جاتے ہیں اور جن کی معاشی سلامتی صرف ہماری امت کی کسی ایک گزر گاہ کو ملنے والی محض ایک دھمکی سے خطرے میں پڑ جاتی ہے!

یہ ایک حقیقت کو آشکار کرنے والا لمحہ ہے: جسے 'عظیم طاقت' (سپر پاور) کہا جاتا تھا، وہ ان اثر و رسوخ کے ذرائع کے سامنے کھوکھلی ثابت ہوئی جو اللہ نے مسلم ممالک میں ودیعت کیے ہیں۔ وہ نظام جو دہائیوں سے مستحکم دکھائی دیتا تھا، اب اس حقیقت کے سامنے دراڑیں محسوس کر رہا ہے کہ اسلامی ممالک کے پاس ایسے پتے (ذرائع) موجود ہیں جو اپنے اثرات میں مہلک ترین ہتھیاروں سے کہیں زیادہ طاقتور ہیں، کیونکہ ان کا تعلق دنیا کی زندگی کی بنیادوں سے ہے۔ ان ذرائع کا سیاسی، معاشی اور اسٹریٹجک طور پر بہتر استعمال انہیں ایٹمی ہتھیاروں سے بھی زیادہ طاقتور بنا سکتا ہے، کیونکہ یہ وہ ہتھیار ہے جو تباہی مسلط کرنے سے پہلے اپنی شرائط و مساوات منواتا ہے۔

پس اے امتِ مسلمہ! اپنی آنکھیں کھولو اور دیکھو کہ تمہارے پاس کیا کچھ ہے، اپنی نظریں اپنے حقیقی مقام کی طرف اٹھاؤ، اور وہم کی ان زنجیروں کو توڑ دو جنہوں نے تمہیں چھوٹا بنا کر رکھا ہے۔ تم کوئی کمزور امت نہیں ہو، بلکہ ایک ایسی امت ہو جسے معطل کر کے رکھا گیا ہے۔ طاقت کا توازن محض اعداد و شمار سے نہیں بدلتا، بلکہ طاقت کے عناصر کے ادراک، ان پر مکمل گرفت اور انہیں استعمال کرنے کی جرات سے بدلتا ہے۔ اور جب یہ امت اپنے شعور کے ساتھ بیدار ہو گی، تو پوری دنیا جان لے گی کہ امریکی برتری کا دور کوئی اٹل فیصلہ (تقدیر) نہیں ہے، بلکہ اسلام کی سرزمین سے ایک نئی صبح جنم لے سکتی ہے۔ (مجلہ الوعی، شمارہ 477)

اسلام ہی مسلمانوں کی آزادی کی ضمانت ہے

سوڈان میں جاری کشمکش درحقیقت ایک بین الاقوامی کشمکش ہے، جو ایک طرف فوجی قیادت کے ذریعے امریکہ کے درمیان ہے، اور دوسری طرف سویلینز (شہری قیادت) کے ذریعے یورپ اور بالخصوص برطانیہ کے درمیان ہے۔ ان دونوں فریقوں کو سوڈان کے لوگوں پر ٹوٹنے والی قتل وغارت، دربدری، بے گھری اور پناہ گزینی جیسی مصیبتوں سے کوئی سروکار نہیں، بلکہ وہ ہمارے ملکوں میں اپنی سازشوں کی تکمیل کے لیے ان کے خون اور عزتوں کا سودا کر رہے ہیں۔ اس تمام معاملے میں سب سے خطرناک بات یہ ہے کہ امریکہ خاص طور پر جنوبی سوڈان کو الگ کرنے کے بعد، اب دارفور کو کاٹ کر سوڈان کو مزید ٹکڑے ٹکڑے کرنے کی کوشش میں ہے۔

اس لیے سوڈان کے عوام کو ان ناپاک سازشوں کا ادراک کرنا چاہیے، اور انہیں یہ جان لینا چاہیے کہ پرانے کافر استعمار یا نئے کافر استعمار کے ذریعے اپنے مسائل کے حل کی کوئی بھی بات محض ایک سیاسی خودکشی ہے۔

سوڈان کے لوگوں پر یہ فرض عائد ہوتا ہے کہ وہ اپنے ملک کو تقسیم اور بکھرنے سے بچانے کے لیے کافر استعمار کے اثر و رسوخ کو جڑ سے اکھاڑ پھینکیں۔ اور یہ مقصد صرف ایک ایسی اصولی ریاست کے ذریعے ہی حاصل کیا جاسکتا ہے جو اسلام عظیم کے عقیدے پر قائم ہو، یعنی نبوت کے نقشِ قدم پر خلافتِ راشدہ، جو لوگوں کو اسلام کے احکام کی بنیاد پر یکجا اور متحد کرے اور ہمارے ملک کے خلاف سازش کرنے والوں اور ملک کے اندر موجود ان کے ایجنٹوں کے ہاتھ کاٹ کر رکھ دے۔ اس عظیم مقصد کے لیے ضروری ہے کہ وہ تمام لوگ جو صورتحال کی سنگینی کا شعور رکھتے ہیں؛ جن میں اہلِ قوت و اثر (اہلِ طاقت)، سیاست دان، میڈیا کے نمائندے اور سماجی مقتدر شخصیات شامل ہیں، وہ سب ایک ایسی جامع اور ہمہ گیر انقلابی تبدیلی کے عمل میں متحد ہو جائیں جو اسلام کو اس کی اصل اور پاکیزہ شکل میں اقتدار کی مسند تک پہنچا دے۔ کیونکہ اسلام ہی امت کی آزادی کی واحد ضمانت ہے جو ظالمانہ سرمایہ دارانہ نظام کی غلامی سے پوری دنیا کی آزادی کا پیش خیمہ ثابت ہوگا، اور ایسی ہی کامیابی کے لیے عمل کرنے والوں کو عمل کرنا چاہیے۔

حزب التحریر / ولایہ تیونس: تیونس کی سرزمین پر امریکی فوجی مشقیں ایک جرم ہیں

جمعہ 17 اپریل 2026ء کو دارالحکومت تیونس میں نمازِ جمعہ کے بعد جامع الفتح کے سامنے سے ایک احتجاجی مارچ نکالا گیا، جس کا اہتمام حزب التحریر / ولایہ تیونس نے اس عنوان کے تحت کیا تھا: "تیونس کی سرزمین پر امریکی فوجی مشقیں ایک جرم ہیں"۔

اس احتجاجی مارچ میں، جس میں تیونس کے عوام کی ایک بڑی تعداد نے شرکت کی، حزب التحریر کے ایک نوجوان نے نمازیوں کو اپنے مختصر پیغام میں بتایا کہ اس مارچ کا مقصد تیونس کی سرزمین پر امریکی فوجی مشقوں کی مذمت کرنا اور انہیں مسترد کرنا ہے۔ شرکاء نے مختلف کتبے (بینرز) اٹھا رکھے تھے جن میں سے مرکزی کتبے پر مارچ کا عنوان درج تھا، جبکہ دیگر پر درج تھا: "تیونس میں امریکی فوجی مشقیں... یہ ذلت کب تک؟!" اور "مسلمانوں کے ممالک میں امریکی فوج نامنظور"۔ شرکاء مارچ کے پورے راستے میں، جو دارالحکومت کی اہم شاہراہوں سے گزرا، ان مشقوں کی مذمت میں پرجوش نعرے بلند کرتے رہے۔

احتجاجی مارچ کا اختتام ایک جلسے پر ہوا جس میں حزب کے ایک نوجوان نے خطاب کرتے ہوئے واضح کیا کہ "تیونس کی سرزمین پر ہونے والی یہ امریکی فوجی مشقیں اب محض کوئی اتفاقی واقعہ یا محدود تکنیکی تعاون نہیں رہیں، بلکہ بار بار ہونے اور دائرہ کار بڑھنے کی وجہ سے یہ امریکی فوجی موجودگی کے ساتھ ایک عملی نارملائزیشن کی شکل اختیار کر چکی ہیں، جو کہ 2025 میں تیونس میں ہونے والی اب تک کی سب سے بڑی 'افریقی لائن' (African Lion) مشقوں کی میزبانی کے ساتھ اپنے عروج پر پہنچ گئی تھی"۔ انہوں نے مزید کہا کہ "امریکی فوج جب بھی کسی ملک میں داخل ہوتی ہے تو اسے تباہ و برباد کر دیتی ہے اور وہاں کے رہنے والوں کو ذلیل و خوار کرتی ہے؛ عراق اور افغانستان میں ان کے جرائم اس کے گواہ ہیں، اور غزہ کے لوگوں کی نسل کشی میں یہودی وجود کے لیے ان کی غیر محدود حمایت کسی سے ڈھکی چھپی نہیں ہے"۔ انہوں نے سوال اٹھایا کہ "پھر ہم ان سب کے بعد کیسے ایک ایسے ظالم دشمن کو اپنی سرزمین، خضراء کی زمین، مجاہدین کی زمین، پر قدم رکھنے کی اجازت دے سکتے ہیں جو ہمارے بارے میں نہ کسی قرابت داری کا پاس رکھتا ہے اور نہ کسی عہد و پیمان کا؟" جبکہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿وَلَن يَجْعَلَ اللَّهُ لِلْكَافِرِينَ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ سَبِيلاً﴾ "اور اللہ ہرگز کافروں کو مومنوں پر (غلبے کی) کوئی راہ نہیں دے گا۔" (سورۃ النساء: آیت 141)

آج اہلِ وطن اور اہلِ قوت و اثر (اہلِ طاقت) کا یہ فرض ہے کہ وہ اپنے ملک سے مغرب کا اور بالخصوص اس فتنے کی جڑ 'امریکہ' کا مکمل خاتمہ کریں، کیونکہ وہ اسلام اور مسلمانوں کا پہلا دشمن ہے۔ اور یہ مقصد ان مشقوں کو مسترد کرنے اور ان فوجی معاہدوں کو منسوخ کرنے کے بغیر حاصل نہیں ہو سکتا جن پر باجی قائد السبسی نے دستخط کیے تھے، کیونکہ یہ معاہدے سراسر شر ہیں جن کے خطے اور اس کی آزادی پر انتہائی خطرناک اثرات مرتب ہوں گے۔ اسی طرح تیونس کے عوام پر لازم ہے کہ وہ ایک ایسی ریاست کے قیام کے لیے جدوجہد کریں جو قوت، شوکت اور رعب والی ہو، اور ایک ایسے تہذیبی منصوبے کا حصہ ہو جو امت کے عقیدے سے پھوٹتا ہو؛ جہاں اقتدارِ اعلیٰ امت کے پاس ہو اور حاکمیت شریعت کی ہو؛ جو اپنی طاقتور افواج کے ذریعے استعمار کی جڑ کاٹ دے، مسلمانوں کے مرکز و اساس کی حفاظت کرے اور دین کے دشمنوں کو شیطان کے وسوسے بھی بھلا دے، اور اس طرح ملک کی عزت اور امت کی سلامتی و آزادی کو برقرار رکھا جا سکے۔

چین اور آبنائے ہرمز کا بحران: مضطرب بین الاقوامی نظام میں خاموشی سے ابھرنا

تحریر: انجینئر وسام الاطرش

(ترجمہ)

آبنائے ہرمز میں جہاز رانی کے بحران کے ساتھ پیدا ہونے والے جغرافیائی و سیاسی (geopolitical) ہیجان کے دوران، چین ایک ایسے کردار کے طور پر ابھرا جو براہِ راست تصادم کی منطق سے ہٹ کر، توازن کو بگاڑنے کے بجائے اسے سنبھالنے کی ایک پرسکون حکمتِ عملی پر عمل پیرا ہے۔ جب روایتی طاقتیں فوجی اور سیکیورٹی کشیدگی کو مینیج کرنے میں مصروف تھیں، چین ایک مختلف پوزیشن میں نظر آیا: یعنی ایک ایسا ثالث جو تنازع میں الجھے بغیر تناؤ کو کم کرنے کی کوشش کرتا ہے۔

اسی تناظر میں، چین نے ایران کے بحران میں اپنی سفارتی سرگرمیوں کو تیز کر دیا ہے تاکہ ایک بین الاقوامی ثالث کے طور پر اپنے کردار کو مستحکم کر سکے۔ اس کے وزیر خارجہ، وانگ ای نے اپنے ہم منصبوں کے ساتھ گہرے رابطوں کے ایک سلسلے کی قیادت کی، اور ساتھ ہی پاکستان کے ساتھ مل کر جنگ بندی اور آبنائے ہرمز کو دوبارہ کھولنے کے لیے ایک مشترکہ اقدام پیش کیا، جس نے ایران کو کشیدگی سے نکلنے کا ایک سفارتی راستہ فراہم کیا۔

چینی حکام کے مطابق، وانگ ای نے ان کوششوں کے حصے کے طور پر بین الاقوامی عہدیداروں کے ساتھ تقریباً چھبیس ٹیلی فون گفتگو کیں، جبکہ 31 مارچ کو چین-پاکستان منصوبے میں جنگ بندی اور آبنائے ہرمز کو ایک اہم بین الاقوامی راہداری کے طور پر دوبارہ کھولنے کا مطالبہ کیا گیا۔ دوسری طرف، امریکی حکام کا خیال تھا کہ بیجنگ کے ایک سٹریٹیجک شراکت دار اور توانائی کے بڑے درآمد کنندہ کے طور پر ایران کے ساتھ قریبی تعلقات کی روشنی میں، اس اقدام نے ایران کو سفارتی جوڑ توڑ کے لیے وسیع تر گنجائش فراہم کی ہے (العربیہ، 10 اپریل 2026)۔

یہ اقدامات صرف مشرقِ وسطیٰ تک محدود نہیں ہیں، کیونکہ بیجنگ خود کو ایک ذمہ دار قوت کے طور پر اجاگر کرنے کے لیے ایک کثیر الجہتی سفارتی راستے پر گامزن ہے جو بین الاقوامی بحرانوں کو سنبھالنے کی صلاحیت رکھتی ہے۔ یہ سب کچھ

امریکی صدر ڈونلڈ ٹرمپ اور ان کے چینی ہم منصب شی جن پنگ کے درمیان ہونے والی آئندہ ملاقات سے پہلے ہو رہا ہے، جو چینی نقل و حرکت کو عالمی سطح پر مذاکرات کی ایک نئی جہت عطا کرے گا۔ یورپی حکومتوں کے بیانات نے بھی، جن میں سپین کا موقف بھی شامل ہے، اس بات کی تصدیق کی کہ "جنگ روکنے اور مشرقِ وسطیٰ میں استحکام کی بحالی کے لیے سفارتی راستے تلاش کرنے میں چینی کردار اہم ہے۔" ایسا لگتا ہے کہ سپین ان نمایاں ترین یورپی ممالک میں سے ایک ہے جو تجارت کو وسعت دینے اور چین کے ساتھ ایک سٹریٹیجک اتحادی کے طور پر پیش آنے کے حامی ہیں، نہ کہ اسے ایک معاشی اور جغرافیائی و سیاسی حریف کے طور پر دیکھتے ہیں جیسا کہ ٹرمپ کا نظریہ ہے۔(رائٹرز نے 14 اپریل 2026 کو رپورٹ کیا)

اس موجودگی کو ایک گہری ساختی حقیقت سے الگ نہیں کیا جا سکتا: وہ یہ کہ چین اب ان مادی صلاحیتوں کا حامل ہے جو اسے دنیا کی ایک بڑی طاقت بننے کا اہل بناتی ہیں۔ تاہم، یہ تبدیلی ابھی تک ایک ٹکرانے والی قوت کی شکل میں ظاہر نہیں ہوئی، بلکہ اس کی بجائے معاشی اور سفارتی اثر و رسوخ کی صورت میں سامنے آئی ہے، جو روایتی طاقتوں کے چھوڑے ہوئے خلاؤں میں خاموشی سے پھیل رہا ہے۔

یہ متحرک صورتحال چینی حکمتِ عملی میں ایران کے مقام سے جڑی ہوئی ہے، کیونکہ بیجنگ اور تہران کے درمیان تعلقات "بیلٹ اینڈ روڈ"(Belt and Road) اقدام کے ستونوں میں سے ایک کی نمائندگی کرتے ہیں۔ ایران وسطی ایشیا اور مشرقِ وسطیٰ کے درمیان ایک جغرافیائی مرکز کی حیثیت رکھتا ہے اور توانائی و تجارت کے لیے ایک اہم راہداری ہے، جو براہِ راست سٹریٹیجک رکاوٹوں (strategic bottlenecks) پر غلبہ حاصل کرنے کے اس نظریے سے ٹکراتا ہے جسے امریکہ اپنی توسیع پسندانہ پالیسی کے حصے کے طور پر اپنائے ہوئے ہے۔

یہاں بنیادی تضاد سامنے آتا ہے: چین اس بحران میں ایک ٹکرانے والی قوت کے طور پر نہیں، بلکہ ایک انتظامی قوت کے طور پر داخل ہوا۔ اس نے فوجی طور پر طاقت کا توازن بدلنے کی کوشش نہیں کی، بلکہ اس کے بجائے خود کو اس کے مطابق ڈھالنے اور اسے سیاسی طور پر استعمال کرنے کی کوشش کی۔ یہ طاقت کے فلسفے میں فرق کی عکاسی کرتا ہے، نہ کہ ایک ماڈل کی دوسرے پر حتمی برتری کی۔

امریکہ، جس نے دہائیوں سے فوجی موجودگی اور بزورِ قوت اہم راہداریوں کو محفوظ بنا کر اپنا اثر و رسوخ قائم کیا ہے، اب بھی ٹھوس دفاعی ہتھیاروں اور وسیع تر اتحادی نیٹ ورکس پر بھروسہ کرتا ہے۔ تاہم، ایسا لگتا ہے کہ معاملہ صرف جنگی

جہازوں اور طیاروں سے حل نہیں کیا جا سکتا، اور نہ ہی نیٹو ممالک کو تنازعات میں گھسیٹ کر اور ایسی جنگ کی قیمت ادا کر کے جو انہوں نے شروع نہیں کی تھی۔ دوسری طرف، چین ایک مختلف ماڈل کی آزمائش کرتا ہوا دکھائی دیتا ہے جو ٹکراؤ کے بجائے اقتصادی باہمی ربط، باہمی انحصار، اور ثالثی کے ذریعے بحران کے انتظام پر مبنی ہے؛ یہ بات بھی قابلِ ذکر ہے کہ اس نے جبوتی میں باب المندب کے قریب ایک امریکی اڈے سے چند میل کے فاصلے پر اپنا فوجی اڈہ قائم کر لیا ہے۔

لہٰذا، بیجنگ عملی استحکام کی منطق کے ساتھ آگے بڑھ رہا ہے، یعنی ایک کم از کم توازن برقرار رکھنا جس سے توانائی کی فراہمی کا سلسلہ جاری رہ سکے، اور ایسی براہ راست فوجی وابستگیوں میں پڑے بغیر جو اسے امریکہ کے ساتھ براہ راست ٹکراؤ کی صورتحال میں لا کھڑا کر سکیں۔ اس طرزِ عمل نے چین کے امیج کو مختلف فریقین کے لیے ایک قابلِ قبول قوت کے طور پر مضبوط کرنے میں مدد دی۔ اس نے پہلے اپنے جہازوں کے گزرنے کو یقینی بنایا، پھر خود کو ایک توازن برقرار رکھنے والے کے طور پر پیش کیا نہ کہ تنازع کے ایک فریق کے طور پر، کیونکہ اس نے اپنے وزیر خارجہ وانگ ای کے ذریعے یہ موقف اختیار کیا کہ ایرانی بحری جہازوں کی نقل و حرکت روکنے کے لیے آبنائے ہرمز کی ناکہ بندی بین الاقوامی برادری کے مشترکہ مفادات میں نہیں ہے (رائٹرز، 13 اپریل 2026)۔

تاہم، آبنائے ہرمز کے بحران کے اثرات چین کے براہ راست رویے سے کہیں آگے تک پھیلے ہوئے ہیں۔ نیویارک ٹائمز کے 6 اپریل 2026 کو شائع ہونے والے ایک تجزیے کے مطابق، بین الاقوامی نظام میں طاقت کی پیمائش اب صرف فوجوں یا معیشتوں کے حجم سے نہیں کی جاتی، بلکہ سٹریٹجک رکاوٹوں (strategic chokepoints)، خاص طور پر سمندری راستوں پر اثر انداز ہونے کی صلاحیت سے کی جاتی ہے۔ اس تناظر میں، ایران اپنی جغرافیائی حیثیت کی بدولت عالمی توانائی کی حفاظت پر اثر انداز ہونے والے ایک اہم فریق کے طور پر ابھرا ہے، جس نے ایران کو ایک ایسی مساوات کا حصہ بنا دیا ہے جس کے اثرات چین تک پہنچتے ہیں، جو کہ توانائی کے بڑے درآمد کنندگان میں سے ایک ہے۔ اخبار 'دی انڈیپینڈنٹ' نے نشاندہی کی کہ چین پرسکون اور پر اعتماد انداز میں اس بحران سے نکلا، اور بین الاقوامی نظام کی قیادت سنبھالنے کی پوزیشن میں آئے بغیر مغربی دنیا کے تنازع کو سنبھالنے کی مصروفیت کا فائدہ اٹھایا۔

اس پیش رفت کے باوجود، چین ایک عبوری مرحلے میں دکھائی دیتا ہے: وہ ابھی ایک غالب (hegemonic) طاقت نہیں بنا ہے، لیکن وہ اب کوئی معمولی طاقت بھی نہیں رہا، بلکہ ایک ایسا بین الاقوامی کھلاڑی ہے جو ایک "ٹوٹتے ہوئے"

بین الاقوامی نظام کے خالی خلاؤں میں حرکت کر رہا ہے، جیسا کہ چینی صدر نے ہسپانوی وزیر اعظم کے استقبال کے دوران اسے بیان کیا تھا(رائٹرز، 14 اپریل 2026)۔

جیسے جیسے توانائی کی منڈی میں اتار چڑھاؤ بڑھ رہا ہے، بجلی سے چلنے والی گاڑیوں (الیکٹرک کاروں) کی طرف منتقلی ایک ممکنہ متبادل راستے کے طور پر ابھر رہی ہے، جس سے اس شعبے میں چینی کمپنیوں کی موجودگی مزید مضبوط ہو سکتی ہے کیونکہ وہ ان کلیدی کرداروں میں شامل ہیں جو عالمی توانائی کی معیشت کی تشکیلِ نو سے سب سے زیادہ فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔

اگرچہ چین نے بیرونی طور پر براہِ راست تصادم سے بچنے اور تائیوان کے سیاسی میدان میں موجود تقسیم سے فائدہ اٹھانے کی کوشش کی ہے، جس کے لیے اس نے ایک حساس سیاسی موڑ پر بعض اپوزیشن قوتوں کے لیے اپنے دروازے کھولے تاکہ تائیوان کے لیے 40 ارب ڈالر کے امریکی اسلحے کے معاہدے کی راہ میں رکاوٹ ڈالی جا سکے، تاہم اس کے بین الاقوامی کردار کا مستقبل چار باہم مربوط امور کے درمیان توازن برقرار رکھنے کی اس کی صلاحیت پر منحصر ہے: پھیلتی ہوئی معیشت، جیوپولیٹیکل نمائش (geopolitical exposure)، محتاط فوجی طاقت، اور مسلم سرزمینوں میں اس کا علامتی تشخص۔ جہاں مشرقِ وسطیٰ اور وسطی ایشیا میں اس کی توسیع اس کی معاشی موجودگی کو بڑھاتی ہے، وہیں وہ اس عالمی سرمایہ دارانہ نظام کے جال میں بھی پھنسا ہوا ہے جس سے وہ نکل نہیں سکتا، اور ایغور مسلمانوں کا مسئلہ ایک حساس عنصر کے طور پر برقرار ہے، جس کا بین الاقوامی رقابت کے تناظر میں سیاسی اور اخلاقی استحصال کیا جا سکتا ہے اور یہ ایک ایسا "خاموش سیاہ سایہ" ہے جو چین کی عالمی توسیع کے ساتھ ساتھ چل رہا ہے۔

یہاں ہمیں یہ پوچھنے کا حق حاصل ہے کہ دہائیوں سے مشرقی ترکستان میں ایغور مسلمانوں کے خون سے کن کے ہاتھ رنگے ہوئے ہیں؟ کیا چین نے خود کو اس مرحلے کے لیے تیار کر لیا ہے جس میں طاقت کی پیمائش اب صرف ان کامیابیوں سے نہیں کی جائے گی جو زمین پر حاصل کی جاتی ہیں، بلکہ اس سے بھی کی جائے گی جو ایک ایسا عالمی سیاسی شعور پیدا کرے جسے آج امتِ مسلمہ کے بیٹوں اور بیٹیوں کا خون سینچ کر تیار کر رہا ہے؟ تاکہ انسانیت کی تاریخ کا ایک نیا باب لکھا جا سکے، جس کا عنوان ہے: نبوت کے نقشِ قدم پر قائم خلافتِ راشدہ!

’سواپ لائنز‘(Swap Lines): زیرِ تعمیر ایک ایسا عالمی مالیاتی نظام جو پیٹروڈالر کے دور کا خاتمہ کر سکتا ہے

تحریر: ڈاکٹر محمد جیلانی

(ترجمہ)

خبر رساں ادارے ’رائٹرز‘ نے منگل، 21 اپریل کو ایک خبر شائع کی کہ امریکی صدر ٹرمپ نے اس بات کی تصدیق کی ہے کہ امریکہ متحدہ عرب امارات (یو اے ای) کو مالی امداد فراہم کرنے پر غور کر رہا ہے، اور اس سلسلے میں دونوں ممالک کے درمیان کرنسی کے تبادلے (Currency Swap) کا ایک معاہدہ زیرِ غور ہے۔

اس خبر کی اہمیت محض یو اے ای کی کسی فوری مالی ضرورت میں نہیں ہے، بلکہ یہ عالمی مالیاتی نظام کے پردوں کے پیچھے ہونے والی ایک سٹریٹجک تبدیلی کی عکاسی کرتی ہے۔ یہ تبدیلی کرنسیوں کے تبادلے کے معاہدے (Swap Currencies) کے ذریعے عمل میں لائی جا رہی ہے، جسے مالیاتی حلقوں بالخصوص امریکہ میں ’سواپ لائنز‘ (Swap Lines) کے نام سے جانا جاتا ہے۔ یہ خبر محض ایک عارضی تکنیکی اقدام نہیں ہے، بلکہ یہ اس چنگاری کی مانند ہے جو ایک نئے مالیاتی نظام کی پیدائش کی نوید دے رہی ہے، جو امریکی بالادستی کو ایک بار پھر سے ترتیب دے سکتا ہے۔ اس بار یہ بالادستی تیل کے ذریعے نہیں، بلکہ براہِ راست بینکنگ کی نقدی (Liquidity) کے ذریعے قائم کی جائے گی۔

سن 1974 سے ڈالر کی طاقت ’پیٹروڈالر‘ کے نظام پر منحصر رہی ہے۔ اس نظام کے تحت سعودی عرب کی قیادت میں ’اوپیک‘ ممالک اپنا تیل صرف امریکی ڈالر کے عوض فروخت کرنے کے پابند تھے، جس کی وجہ سے ڈالر کو سونے کی بجائے تیل کی پشت پناہی حاصل ہو گئی تھی۔ اس نظام نے امریکی فیڈرل ریزرو بینک کو اس بات کی کھلی چھوٹ دے دی کہ وہ عالمی توانائی کی تجارت کی ضروریات پوری کرنے کے لیے کھربوں ڈالر جاری کر سکے۔

لیکن آج اس نظام کو بقا کے چیلنجز کا سامنا ہے؛ جن میں چینی ’پیٹرو یوآن‘ کا عروج، برکس (BRICS) ممالک کی اپنی مقامی کرنسیوں میں تجارت کی کوششیں، اور متبادل توانائی و الیکٹرک گاڑیوں کی طرف عالمی منتقلی شامل ہے، جس سے

تیل پر انحصار کم ہو رہا ہے۔ اسی تناظر میں 'سواپ لائنز' (Swap Lines) کا تصور فیڈرل ریزرو کی ایک نئی حکمتِ عملی کے طور پر ابھر رہا ہے تاکہ امریکی ڈالر کی مالیاتی برتری کو برقرار رکھا جاسکے۔

'سواپ لائنز' یا تبادلی لکیروں کی تعریف یہ ہے کہ یہ مرکزی بینکوں کے درمیان کرنسی کے تبادلے کے دو طرفہ معاہدے ہوتے ہیں، جن کا مقصد بحرانوں کے دوران عالمی منڈیوں میں نقدی (Liquidity) کی فراہمی کو یقینی بنانا ہے۔ ان لائنوں کے ذریعے فیڈرل ریزرو اپنے جاری کردہ ڈالرز کو دوسرے ملک کی مقامی کرنسی (مثلاً اماراتی درہم یا کینیڈین ڈالر) کے عوض تبدیل کرتا ہے۔ یہ مقامی کرنسی ڈالرز کی بروقت واپسی کے لیے بطور ضمانت یا رہن کام کرتی ہے۔ امریکہ کے لیے اس نظام کے بڑے فوائد درج ذیل ہیں:

1۔ **پیداواری صلاحیت کا عظیم الشان امکان:** تخمینوں کے مطابق اگر فیڈرل ریزرو تبادلی معاہدوں کا دائرہ کار 100 ممالک تک پھیلا دے اور ہر ملک کے لیے اوسطاً 100 ارب ڈالر رکھے، تو وہ اپنے سالانہ بجٹ میں 10 ٹریلین ڈالر کا اضافہ کر سکے گا۔ یہ رقم اس مقدار سے کہیں زیادہ ہے جو پیٹرو ڈالر نظام کے ذریعے پیدا کی جاسکتی ہے، اور یہ 2050 تک 20 ٹریلین تک پہنچ سکتی ہے۔

2۔ **مادی پابندیوں سے چھٹکارا:** پیٹرو ڈالر کا نظام تیل کی محدود مقدار، اس کی اتار چڑھاؤ والی قیمتوں اور بین الاقوامی بحرانوں سے جڑا ہوا ہے، جیسا کہ کورونا وبا کے دوران ہوا اور جیسا کہ اب ایران کے خلاف امریکہ اور یہودی وجود کی جنگ کے سائے میں نظر آرہا ہے۔ اس کے برعکس، 'سواپ لائنز' (Swap Lines) مالیاتی ترقی اور نقدی کی دستیابی کے ساتھ ساتھ مختلف منصوبوں پر تعمیر و ترقی اور اخراجات کے لیے ممالک کی مستقل ضرورت سے جڑی ہوئی ہیں۔ یہ چیز فیڈرل ریزرو کو کرنسی جاری کرنے میں مطلق لچک فراہم کرتی ہے۔

3۔ **براہِ راست بالادستی:** ان لائنوں کے ذریعے فیڈرل ریزرو دنیا کے مرکزی بینکوں کا سب سے بڑا قرض دہندہ بن جائے گا، جس سے ورلڈ بینک جیسے پرانے بین الاقوامی اداروں کا کردار ختم ہو کر رہ جائے گا۔ یہ نظام ممالک کو سخت شرائط یا بھاری سود (ربا) کے بغیر مستقل نقدی فراہم کرے گا، جس کے نتیجے میں ان ممالک کی مالی تقدیر ڈالر کے ساتھ مزید مضبوطی سے جڑ جائے گی۔

سن 1981 میں امریکہ میں ڈالر اور قومی پیداوار (GNP) کے درمیان سے پابندیوں کے خاتمے کا قانون منظور ہونے کے بعد سے، معاشی ترقی (اشیاء اور خدمات کی پیداوار) اور مالیاتی ترقی (کاغذی دولت کی تخلیق) کے درمیان ایک طرح کا

رشتہ ختم ہو چکا ہے۔ اس علیحدگی نے فیڈرل ریزرو کو اس قابل بنادیا ہے کہ وہ معاشی مندی کے دور میں بھی بڑی مقدار میں نقدی فراہم کرسکے، جیسا کہ کورونا بحران کے دوران ہوا جب پیداوار میں کمی کے باوجود 12 ٹریلین ڈالر سے زائد کی رقم سسٹم میں شامل کی گئی۔

جہاں تک تبادلے کے خطوط اور کرنسیوں کے لین دین (Swap Lines) کے استعمال کا تعلق ہے، تو فیڈرل ریزرو کا یہ ماننا ہے کہ وہ سالانہ 10 ٹریلین ڈالر تک جو رقم پیدا کرے گا، اسے فوری طور پر ان مختلف ممالک میں تقسیم کر دیا جائے گا جنہیں ان ڈالروں کی ضرورت ہے۔ جس طرح فیڈرل ریزرو کی طرف سے پٹرول کے بدلے پیدا کیے جانے والے موجودہ ڈالر مہنگائی (افراط زر) کا سبب یا ذریعہ نہیں بنتے کیونکہ وہ براہ راست پٹرول خریدنے کے لیے استعمال ہو جاتے ہیں، اسی طرح غیر ملکی کرنسیوں کے بدلے پیدا کیے جانے والے یہ 'سواپ ڈالر' بھی ان ممالک کی منڈیوں میں امریکی مارکیٹ سے دور استعمال ہوں گے، جو اسے مہنگائی کی برائیوں سے محفوظ رکھے گا۔

رہی بات یہ کہ متحدہ عرب امارات یا جاپان جیسا ملک اپنی کرنسی کا ڈالر کے ساتھ تبادلہ کیوں کرے گا، تو فیڈرل ریزرو کا نقطہ نظر یہ ہے کہ یہ ممالک اپنے بجٹ کے خسارے کو پورا کرنے کے لیے ایسا کرتے ہیں۔ عالمی بینک سے اونچی سودی شرحوں اور سخت شرائط پر 100 ارب ڈالر ادھار لینے کے بجائے، مرکزی بینک (فیڈرل ریزرو) ان ممالک کو بجٹ خسارہ پورا کرنے کے لیے ڈالر فراہم کرتا ہے اور ان ممالک پر کوئی بھاری سودی بوجھ یا سخت شرائط عائد نہیں کرتا۔

تو پھر اس میں امریکی فیڈرل ریزرو کا کیا فائدہ ہے؟ اس کا فائدہ دو باتوں میں پوشیدہ ہے؛ پہلا یہ کہ فیڈرل ریزرو کو اس قابل بنانا کہ وہ ان ممالک کی کرنسیوں کو بطور ضمانت یا رہن رکھ کر اس نظام میں شامل ممالک کے لیے ڈالروں کی بھاری مقدار پیدا کر سکے۔ ایک یا دو سال بعد رہن ختم ہونے پر یہ ڈالر فیڈرل ریزرو کے خزانے میں واپس آجاتے ہیں، جس کا مطلب یہ ہے کہ فیڈرل ریزرو نے دوسرے ممالک کے مفاد کے لیے ڈالر پیدا کیے لیکن آخر کار وہ اس کے اپنے ہی خزانے میں واپس آگئے۔ دوسرا یہ کہ تبادلے کے وقت فیڈرل ریزرو مثال کے طور پر متحدہ عرب امارات کی کرنسی خریدنے کا عمل کرتا ہے (جیسا کہ ٹرمپ کے بیان میں دو کرنسیوں کے تبادلے کے طور پر بیان کیا گیا ہے) اور تبادلے کی شرح اس وقت کی دونوں کرنسیوں کی قیمت کے مطابق طے کی جاتی ہے۔ حتیٰ کہ جب متحدہ عرب امارات اپنا بحران ختم ہونے کے بعد اپنی کرنسی واپس لیتا ہے، تو وہ اپنے پاس موجود ڈالروں کے ذریعے اپنی کرنسی دوبارہ خریدتا ہے۔ 2005 میں اس نظام کے آغاز سے اب تک کے تجربات سے یہ بات سامنے آئی ہے کہ فیڈرل ریزرو ہمیشہ شریک ممالک کی

کرنسی مارکیٹ ریٹ سے کم قیمت پر حاصل کرتا ہے، اور جب وہ اسے واپس کرتا ہے یا اصل مالک کو بیچتا ہے تو اسے ایک خاص منافع کے مارجن کے ساتھ بیچتا ہے۔

لیکن اس نظام کا وہ 'بم' کہاں چھپا ہے جو کسی نہ کسی لمحے پھٹ جائے گا؟ تو اس کا جواب وہی مسئلہ ہے جسے فیڈرل ریزرو حل کرنا چاہتا تھا اور وہ ہے 'مالیاتی افراط زر' (مہنگائی) کا مسئلہ، جو اخراجات یا پیداوار میں ڈالروں کو استعمال کیے بغیر ان کے بڑے پیمانے پر جمع ہو جانے سے پیدا ہوتا ہے۔ فرق یہ ہے کہ تبادلے کا یہ نظام اس مسئلے کو ہر ملک کے انفرادی افراط زر سے نکال کر بیک وقت 'عالمی مالیاتی افراط زر' میں تبدیل کر دے گا۔ جب فیڈرل ریزرو 10 ٹریلین ڈالر پیدا کرے گا، اور اس کے اپنے تخمینے کے مطابق 2050 تک یہ پیداوار 20 ٹریلین ڈالر تک پہنچ جائے گی، تو مہنگائی کا یہ مسئلہ قومی نہیں بلکہ عالمی مسئلہ بن جائے گا، یعنی پوری دنیا مجموعی طور پر ایک ہی کرنسی 'ڈالر' کی بہت زیادہ بہتات کا شکار ہو جائے گی، جس سے اس ڈالر کی قیمت بری طرح گر جائے گی، اور یہ دنیا بھر میں بنیادی ضرورتوں کی خریداری اور منصوبوں کی مالی معاونت کرنے کے قابل نہیں رہے گا۔ یوں دنیا ایک بہت بڑے معاشی جمود (کساد بازاری) کا شکار ہو جائے گی، یہ سب ان ظالموں کے اپنے ہاتھوں کی کمائی ہو گی۔

﴿كَلَّا بَل لَّا تُكْرِمُونَ الْيَتِيمَ * وَلَا تَحَاضُّونَ عَلَى طَعَامِ الْمِسْكِينِ * وَتَأْكُلُونَ التُّرَاثَ أَكْلاً لَّمّاً * وَتُحِبُّونَ الْمَالَ حُبّاً جَمّاً * كَلَّا إِذَا دُكَّتِ الْأَرْضُ دَكّاً دَكّاً...﴾

"ہرگز نہیں، بلکہ (حقیقت یہ ہے کہ) تم یتیم کی عزت نہیں کرتے۔ اور نہ مسکین کو کھانا کھلانے کی ایک دوسرے کو ترغیب دیتے ہو۔ اور وراثت کا مال سمیٹ کر (جائز و ناجائز کا لحاظ کیے بغیر) کھا جاتے ہو۔ اور مال سے بہت زیادہ محبت رکھتے ہو۔ ہرگز نہیں، جب زمین کو کوٹ کوٹ کر ریزہ ریزہ کر دیا جائے گا۔" **(سورۃ الفجر: آیات 17 تا 21)**

اینگلو امریکن اشتراک کا خاتمہ امتِ مسلمہ کے لیے ایک موقع ہے

تحریر: استاد مصعب عمیر، ولایہ پاکستان

(ترجمہ)

27 مارچ 2026 کو، برطانوی پارلیمنٹ کی قومی سلامتی کی حکمت عملی سے متعلق جوائنٹ کمیٹی نے سیشن 2024-26 کی چوتھی رپورٹ (HC 1045/HL Paper 281) جاری کی۔ اس دستاویز کے صفحہ نمبر 8 پر خاص طور پر یہ ذکر کیا گیا ہے کہ "حکومت نے ان عزائم کا خاکہ پیش کیا ہے کہ: ... ج۔ برطانیہ کی دفاعی صنعتی بنیاد کو دوبارہ تعمیر کرنے اور دوسروں پر انحصار کم کرنے کے ذریعے 'خود مختار اور غیر متناسب صلاحیتیں' پیدا کی جائیں۔"

جہاں تک "دوسروں پر انحصار کم کرنے" کا تعلق ہے، یہ بات سبھی جانتے ہیں کہ برطانیہ نے امریکہ پر بہت زیادہ انحصار کیا ہے، کیونکہ وہ دوسری جنگِ عظیم کے دوران جرمنی کی جنگی مشینری کے ہاتھوں شدید زخمی ہوا تھا۔ ابھرتے ہوئے

سوویت روس کی جانب سے اپنی نو آبادیات اور سابقہ نو آبادیات کو درپیش شدید چیلنج کا سامنا کرتے ہوئے، برطانیہ کی 'ڈیپ اسٹیٹ' نے اپنے تمام دھڑوں کے ساتھ مل کر امریکہ کے ساتھ تعلقات کو مضبوط کیا، جس نے اپنے خارجہ تعلقات کا آغاز برطانیہ کے دشمن کے طور پر کیا تھا، بشمول 1812 کی جنگ۔ 5مارچ 1946 کو اپنی "امن کے عصب" (The Sinews of Peace) نامی تقریر کے دوران، برطانیہ کے سابق وزیر اعظم اور اس وقت کے اپوزیشن لیڈر ونسٹن چرچل نے کہا تھا کہ، "اس تاریخی لمحے میں جنگ کو روکنے اور ظلم و ستم کے خلاف مزاحمت کرنے کا واحد ذریعہ انگریزی بولنے والی اقوام کی 'برادرانہ انجمن' ہے۔ اس کا مطلب برطانوی دولت مشترکہ اور سلطنت اور امریکہ کے درمیان ایک خاص تعلق ہے۔" اس بحث سے قطع نظر کہ یہ 'خاص تعلق' محض ایک افسانہ ہے یا نہیں، پورا ایک عالمی نظام اینگلو امریکن شراکت داری پر قائم کیا گیا تھا، جس میں نیٹو (NATO) کی تشکیل اور 2001 میں افغانستان اور پھر 2003 میں عراق پر حملہ کرنے کے لیے بننے والے اتحاد شامل تھے۔

مزید برآں، جوائنٹ کمیٹی کی دستاویز میں درحقیقت نام لے کر امریکہ پر برطانیہ کے انحصار کو کم کرنے کی وضاحت کی گئی تھی۔ ایک ایسے وقت میں جب برطانیہ مہنگائی، کمر توڑ قرضوں، یوکرین پر پیوٹن کی جنگ، اور ٹرمپ کی جانب سے آبنائے ہرمز کو غیر مستحکم کیے جانے کی وجہ سے معاشی طور پر مفلوج ہے، وہ اس کے باوجود اپنی اہمیت کھونے سے بچنے کے لیے فوجی صلاحیتوں میں سرمایہ کاری کر رہا ہے۔ صفحہ 43 پر درج ہے کہ، "119۔ سفارش: جہاں تک ممکن ہو امریکہ کے ساتھ سٹریٹیجک تعاون جاری رکھنے کے ساتھ ساتھ، حکومت کو نیٹو کی زیادہ سے زیادہ یورپی قیادت کی جانب منتقلی کے لیے دیگر یورپی اتحادیوں کے ساتھ مل کر ایک واضح منصوبہ بھی تیار کرنا چاہیے۔ کسی بھی بحران کی صورت میں ایک ایسی 'بدترین صورتحال' کے لیے تیار رہتے ہوئے جس میں یورپ اب امریکی حمایت پر بھروسہ نہیں کر سکتا، حکومت کو اس ممکنہ دستبرداری کے اثرات کو زائل کرنے کے لیے اپنی صلاحیتوں میں سرمایہ کاری کرنے کی خاطر یورپی شراکت داروں کے ساتھ مل کر کام کرنا چاہیے۔"

چنانچہ، بریکسٹ (Brexit) کے ذریعے تکبر کے ساتھ یورپ کے ساتھ شراکت داری کو کم کرنے کے بعد، برطانیہ کی ڈیپ اسٹیٹ اب یورپ کی طرف ذلت آمیز واپسی کی تجویز دے رہی ہے۔ تاہم، یورپی شراکت داری اس کے ہر رکن کی شدید قوم پرستی کی وجہ سے ناقابلِ بھروسہ ہے۔ دوسری جنگ عظیم سے پہلے کی یورپی تاریخ یورپی ریاستوں کے درمیان مسلسل جنگوں سے بھری پڑی ہے۔ جہاں تک خود دوسری جنگ عظیم کا تعلق ہے، تو یہ بنیادی طور پر یورپی ریاستوں کے درمیان ایک جنگ تھی، جو نو آبادیات اور سابقہ نو آبادیات تک پھیلی ہوئی تھی۔ دوسری جنگ عظیم کے

بعد بھی، یورپی تاریخ برطانیہ، فرانس اور جرمنی کے درمیان مسلسل تناؤ اور دشمنی کی آئینہ دار ہے۔ اب، جرمنی، برطانیہ اور فرانس کی طرف سے دوبارہ عسکریت پسندی کی طرف واپسی کے بعد، ان کے صدیوں پر محیط تنازعات کے ریکارڈ کو مدنظر رکھتے ہوئے، اسی صدی کے اندر یورپی ریاستوں کے درمیان مسلح تصادم کے امکان کو مسترد نہیں کیا جاسکتا۔

اے مسلمانو اور ان کی افواج!

اپنے دشمنوں اور ستم گروں کی حقیقت دیکھو! امریکہ نے آزادی کے لیے برطانوی استعمار کے خلاف لڑنے کے بعد، عالمِ اسلام کے اندر اپنے استعمار کے مواقع سے فائدہ اٹھانے کے لیے برطانیہ سے قربت اختیار کی۔ اب امریکہ کو عالمِ اسلام کے استحصال کے لیے برطانیہ کی ضرورت نہیں رہی، اس نے برطانیہ کو تنہا چھوڑ دیا ہے اور اب اسے ذلیل و رسوا کر رہا ہے۔ جہاں تک برطانیہ کا تعلق ہے، جس نے اپنے نوآبادیاتی دور کے عروج پر عالمِ اسلام کے ایک بڑے حصے پر ظلم کیا، اب اسے استعمار میں اپنے حریفوں، فرانس اور جرمنی کے ساتھ شراکت داری کرنی پڑ رہی ہے۔ کفر کی ریاستوں کی فطرت یہی ہے جو قوم پرستی اور مادی فائدے کی بنیاد پر متحرک ہوتی ہیں۔ کفار کے پاس کوئی اعلیٰ نظریہ نہیں ہے جو انہیں انسانیت کی بہتری کے لیے کام کرنے پر مجبور کرے، اسی لیے دیگر قوموں کے وسائل کے لالچ کی بنیاد پر دشمن، حلیف بن جاتے ہیں اور پھر دوبارہ دشمن بن جاتے ہیں۔ کفار کے درمیان شدید اختلافات کے بارے میں اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿بَأْسُهُمْ بَيْنَهُمْ شَدِيدٌ تَحْسَبُهُمْ جَمِيعًا وَقُلُوبُهُمْ شَتَّى ذَلِكَ بِأَنَّهُمْ قَوْمٌ لَا يَعْقِلُونَ﴾ "ان کی آپس کی لڑائی بہت سخت ہے، تم انہیں متحد سمجھتے ہو حالانکہ ان کے دل ایک دوسرے سے جدا ہیں، یہ اس لیے کہ وہ عقل نہیں رکھتے۔" (سورۃ الحشر: 14)

تاہم، ان کی تقسیم اور مقابلوں سے قطع نظر، مسلمانوں کے حق میں نہ تو جیتنے والوں سے کسی خیر کی توقع ہے اور نہ ہی ہارنے والوں سے۔ ایک طویل عرصے سے عالمِ اسلام وہ دسترخوان بنا ہوا ہے جس پر دشمن ہوس مٹانے کے لیے آپس میں لڑ رہے ہیں۔ یہ شدید اختلافات، بدلتے ہوئے اتحاد اور بین الاقوامی نظام میں تبدیلیاں استعماری استحصال سے بچنے کا ایک موقع ہونی چاہئیں۔ تاہم، ایسی سوچ مسلمانوں کے موجودہ حکمرانوں کی سمجھ سے باہر ہے، جو استعماری طاقتوں کے ایجنٹ اور پیروکار ہیں، اور اپنے آقاؤں کے احکامات اور مفادات سے آگے نہیں دیکھ سکتے۔

جہاں تک ایک بیدار ذہن رکھنے والی اسلامی قیادت کا تعلق ہے، تو وہ کفر کو پسپا کرنے اور دین کا غلبہ قائم کرنے کے لیے کفار کی فطرت اور اس کے نتیجے میں پیدا ہونے والی کمزوریوں سے آسانی سے فائدہ اٹھا سکتی ہے۔ صرف وہی قیادت

خلفائے راشدین (رضی اللہ عنہم) کے پاکیزہ نقشِ قدم پر چلنے کا عزم رکھتی ہے جنہوں نے فارسی اور رومی سلطنتوں کو شکست دی، اور بے شمار قوموں کو اکٹھا کر کے ایک عظیم اسلامی امت تشکیل دی جس نے صدیوں تک دنیا پر حکمرانی کی۔ صرف وہی تیز رفتار عسکری تیاریوں کی بنیاد کے طور پر مشین سازی کی صنعت قائم کر سکتی ہے، جس سے غیر ملکی ہتھیاروں پر خطرناک انحصار کا خاتمہ ہو گا۔ صرف وہی کفار کی ریاستوں کو سود (ربا) کی ادائیگی بند کر کے، کرپٹ حکمرانوں اور عہدیداروں کی لوٹی ہوئی دولت واپس لے کر اور پوری امت کے وسیع توانائی، معدنی اور مالیاتی وسائل کو بروئے کار لا کر ایک صنعتی انقلاب برپا کر سکتی ہے۔ صرف وہی جابروں کو چیلنج کر سکتی ہے اور تمام انسانیت کے لیے خدائی انصاف اور رحمت کا نظام قائم کر سکتی ہے۔

اے مسلمانو اور ان کی افواج! اپنی خاموش تابعداری ختم کرو اور نیک اعمال کرو، یہاں تک کہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ اسلام کے دین کو تمکین (اقتدار و غلبہ) عطا فرما دے۔ حزب التحریر اسلام کو بطور نظامِ حکومت قائم کرنے کی دعوت پر استقامت سے قائم ہے، پس اس پکار پر لبیک کہو!

اے اہلِ پاکستان! اپنے حکمرانوں کے دھوکے میں نہ آئیں، کیونکہ وہ امریکی منصوبوں پر عمل پیرا ہیں

اے پاکستان کے مسلمانو! اپنے حکمرانوں کے دھوکے میں نہ آئیں، یہ امن کے لیے کام نہیں کر رہے، بلکہ مشرقِ وسطیٰ کی نئی تشکیل کے لیے امریکی منصوبے کو نافذ کر رہے ہیں۔ ان حکمرانوں نے غزہ میں قتلِ عام روکنے کے لیے ایک گولی تک نہیں چلائی، بلکہ آلِ سعود کے تخت اور خطے میں امریکی اڈوں کی حفاظت کے لیے اپنی فوجی طاقت پیش کر دی، اور ٹرمپ کے 'امن کونسل' میں شامل ہو کر اسے غزہ میں افواج کی تعیناتی کے حوالے سے یقین دہانیاں کرائیں۔ آج وہ ٹرمپ کے ساتھ مل کر ایران پر دباؤ ڈال رہے ہیں تاکہ وہ 'نئے مشرقِ وسطیٰ' کے امریکی منصوبے کے سامنے سرِ تسلیم خم کر دے، جیسا کہ وہ خود پہلے ہی جھک چکے ہیں۔ وہ امریکہ کے لیے اپنی ان خدمات کو 'امن کی کوششوں' کا نام دیتے ہیں تاکہ اپنے جرائم پر پردہ ڈال سکیں اور آپ کے غصے سے بچ سکیں۔

اے پاکستان کی مسلح افواج! وہ قیادت جو امریکہ کے مفاد میں خطے میں امریکی سیکیورٹی ڈھانچے کی از سرِ نو تنظیم اور اسے مضبوط کرنے کی تگ و دو کر رہی ہے، وہ اسے توڑنے کے لیے کام کیوں نہیں کرتی؟ اور وہ جنگجو کفار، جو دنیا بھر میں

مسلمانوں کا قتلِ عام کر رہے ہیں، پاکستان کے حکمرانوں کی تعریفیں کیوں کرتے ہیں؟ کیا یہ بات واضح نہیں ہے کہ امریکہ خطے میں ہر اس مسلح قوت کو ختم کر دینا چاہتا ہے جو اس کے نظام کو چیلنج کر سکے؟ اگر خطے میں امریکی اثر و رسوخ مزید مضبوط ہو گیا تو پاکستان، ترکی یا کسی بھی دوسری اسلامی طاقت کا مستقبل کیا ہو گا؟ اور کیا پاکستان کی مجاہد مسلح افواج ایسی قیادت کی مستحق ہیں؟

اگر ایران کے بعض فوجی کمانڈر خطے میں امریکی تنصیبات کو تباہ کرنے، جدید ترین جنگی ساز و سامان کو مار گرانے، یہودی وجود کو شکست پر مجبور کرنے، امریکی بیڑوں کو پسپائی پر مجبور کرنے اور امریکی میزائل دفاعی نظام کو تباہ کرنے کی صلاحیت رکھتے ہیں، تو جدید ترین میزائلوں اور بحری جہازوں سے لیس پاکستان کی ایٹمی افواج کیا کچھ نہیں کر سکتیں؟ لیکن یہ اس وقت تک ممکن نہیں جب تک آپ خلافت کے قیام کے لیے حزب التحریر کو نصرۃ (عسکری مدد) فراہم نہیں کرتے۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے آپ کو ایک عظیم مشن سونپا ہے، اور وہ ہے اس زمین پر اسلام کو غالب کرنا، نہ کہ برطانوی استعمار کی کھینچی ہوئی ان تنگ سرحدوں کا دفاع کرنا!

وہ واحد چیز جس کی پیروی امتِ مسلمہ کرتی ہے

وہ واحد چیز جس کے سامنے امتِ مسلمہ، اپنے تمام تر مختلف گروہوں اور نسلوں کے باوجود، سرِ تسلیم خم کر سکتی ہے اور جس کے تحت اس کی بکھری ہوئی قوتیں متحد ہو سکتی ہیں، وہ اس کا دین ہے؛ کیونکہ اس امت کے پاس اسلام کے سوا ایسی کوئی بنیاد نہیں جس پر یہ اکٹھی ہو سکے، اور اسلام کے علاوہ ہر دوسری پکار تفرقہ اور تقسیم کا باعث ہے؛ اگر وہ پکار کچھ حصوں کو جمع کرتی ہے تو دوسرے اس سے باہر نکل جاتے ہیں، چاہے وہ پکار وطنیت کی ہو، قوم پرستی کی ہو یا کوئی اور۔ لیکن کیا یہ وحدت ممکن ہے؟

جواب یہ ہے کہ ہاں، یہ ممکن ہے، بلکہ اس سے بڑھ کر یہ رب العالمین کی طرف سے ایک واجب فرض ہے؛ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿وَاعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللَّهِ جَمِيعاً وَلَا تَفَرَّقُوا وَاذْكُرُوا نِعْمَتَ اللَّهِ عَلَيْكُمْ إِذْ كُنتُمْ أَعْدَاءً فَأَلَّفَ بَيْنَ قُلُوبِكُمْ فَأَصْبَحْتُم بِنِعْمَتِهِ إِخْوَاناً﴾ "اور تم سب مل کر اللہ کی رسی کو مضبوطی سے تھام لو اور تفرقہ نہ ڈالو، اور اپنے اوپر اللہ کی اس نعمت کو یاد کرو جب تم ایک دوسرے کے دشمن تھے، تو اللہ نے تمہارے دلوں میں الفت پیدا کر دی اور تم اس کی نعمت کے باعث بھائی بھائی بن گئے"۔ (سورۃ آلِ عمران: آیت 103)

اور رسول اللہ ﷺ کا قبیلہ خزرج کے ان چند لوگوں کے ساتھ معاملہ ہی کافی ہے جب آپ ﷺ نے انہیں اسلام کی دعوت دی تو ان کا جواب تھا: "ہم اپنی قوم کو اس حال میں چھوڑ کر آئے ہیں کہ ان کے درمیان جتنی دشمنی اور برائی ہے اتنی کسی اور قوم میں نہیں ہے، امید ہے کہ اللہ ان کو آپ کے ذریعے اکٹھا کر دے گا، ہم ان کے پاس جا کر انہیں آپ کے اس کام کی دعوت دیں گے اور ان کے سامنے وہ دین پیش کریں گے جسے ہم نے قبول کیا ہے، پس اگر اللہ انہیں آپ (کی قیادت) پر متحد کر دے تو آپ سے زیادہ معزز کوئی شخص نہ ہو گا"۔ اور پھر ایسا ہی ہوا۔

اسلام کا عقیدہ آج بھی مسلمانوں کی زندگی میں وہی کردار ادا کرنے کی بھرپور صلاحیت رکھتا ہے جیسا کہ اس نے رسول اللہ ﷺ کے دور میں اوس اور خزرج کو اکٹھا کرنے میں ادا کیا تھا یہاں تک کہ وہ 'انصار' بن گئے؛ اسی بنا پر، نبوت کے نقشِ قدم پر خلافت کی واپسی کا ایک مطلب یہ بھی ہو گا کہ امت اور اس کی تمام تر قوتیں اکٹھی ہو کر اس کے سائے تلے متحد ہو جائیں گی۔

ہجرت سے متعلق کانفرنسیں تلخ حقیقت کو خوبصورت بنانے اور ذمہ داری سے فرار کا ذریعہ ہیں

تحریر: استاد محمود اللیثی

(ترجمہ)

مصر کے نئے انتظامی دارالحکومت میں رواں ماہ اپریل کے آغاز میں ہجرت سے متعلق افریقی وزراء کی سربراہی کانفرنس منعقد ہوئی، جس میں افریقہ کے ان 17 ممالک کے وزرائے خارجہ اور نمائندوں نے شرکت کی جو ہجرت کے عالمی معاہدے پر عمل درآمد میں "نمایاں ممالک" کے طور پر جانے جاتے ہیں، نیز اس میں ہجرت کی عالمی تنظیم (IOM) بھی شامل تھی۔ یہ اجلاس مئی میں نیویارک میں ہونے والے ہجرت کے عالمی جائزے کے فورم سے پہلے ایک کشیدہ علاقائی ماحول میں منعقد ہوا۔ وزراء نے ایک مشترکہ اعلامیہ جاری کیا جسے "اعلانِ قاہرہ" کا نام دیا گیا، جس میں ہجرت کے معاملے پر افریقی موقف کو متحد کرنے کی ضرورت پر زور دیا گیا، اور اعلامیے میں ہجرت کے قانونی راستوں کی ترجیح، سرحد پار تعاون کے فروغ، اور ملازمت و نقل مکانی کے مواقع کو وسعت دینے پر توجہ دی گئی۔

ایک مصری مثل اس کانفرنس کی حقیقت اور اس کے نتائج کا خلاصہ کرتی ہے: "تمہاری باتیں سنوں تو سچ معلوم ہوتی ہیں، تمہارے کام دیکھوں تو حیرت ہوتی ہے"۔ اس کانفرنس کے مشترکہ اعلامیے میں خود کو براعظم افریقہ کے مہاجرین اور پناہ گزینوں کا "خیر خواہ" دکھانے کی کوشش کی گئی ہے، اور یہ دکھاوے کی خیر خواہی دراصل ان شریک ممالک کی اپنی فکر کا عکس ہے، خاص طور پر بحیرہ روم کے ساحلی ممالک، جہاں سے یورپ کی طرف ہجرت اور سمندری سفر شروع ہوتا ہے۔ انہوں نے دعویٰ کیا کہ وہ نیویارک میں ہجرت کے عالمی معاہدے کے جائزے کے فورم سے پہلے ایک متحدہ افریقی موقف وضع کرنا چاہتے ہیں اور قانونی راستوں اور سرحد پار تعاون پر توجہ مرکوز کرنا چاہتے ہیں، جو ہجرت کو ایک سیکورٹی بحران سے ترقیاتی آلے (منظم مزدوری، افرادی قوت کی نقل مکانی، اور ترسیلاتِ زر) میں تبدیل کرنے کی خواہش کو ظاہر کرتا ہے۔

خوبصورت الفاظ کا استعمال اور ان کا فلسفیانہ چناؤ، جیسے کہ "اعلانِ قاہرہ" کا بطور مشترکہ اعلامیہ جاری ہونا—جو ہجرت کے قانونی راستوں کی حمایت، مہاجرین کے حقوق کے احترام، باوقار رضاکارانہ واپسی اور دوبارہ بحالی کے عمل پر توجہ مرکوز کرتا ہے، جبکہ ہر ریاست کی (قومی) خودمختاری اور مقامی خصوصیات کو برقرار رکھنے، روزگار کے مواقع اور محفوظ نقل مکانی کو وسعت دینے، سرحد پار تعاون کو فروغ دینے اور انسانی اسمگلنگ کے نیٹ ورکس کے خلاف جنگ کی بات کرتا ہے—یہ تمام رنگین باتیں دراصل حقیقت کا سامنا کرنے اور ہجرت کے مسائل حل کرنے کی ذمہ داری سے فرار ہے۔ ہجرت کے اصل اسباب حقیقت میں دو اہم وجوہات پر مشتمل ہیں:

اول: وہ ہجرت جو سیکورٹی، سیاسی، انسانی اور فوجی وجوہات کی بنا پر ہوتی ہے، جیسا کہ اہل سوڈان کی مصر کی طرف اور اہل فلسطین کی دنیا بھر میں منتشر ہونے کی صورت میں نظر آتی ہے۔ سیاسی حالات اور فوجی تنازعات کی وجہ سے لوگ بمباری اور متحارب گروہوں کی لڑائی کے نتیجے میں موت سے بھاگنے پر مجبور ہوتے ہیں تاکہ اپنی جانیں بچا سکیں اور اپنی عزت و ناموس کی حفاظت کر سکیں۔

دوسری وجہ: باعزت زندگی کی تلاش میں ہجرت، جو اپنے ملکوں کے بے پناہ قدرتی وسائل کے باوجود غربت سے فرار اور تیسری دنیا کے ممالک، بشمول افریقی ممالک کے بے روزگار نوجوانوں کے مستقبل کی تلاش کے لیے کی جاتی ہے، یہاں تک کہ نئی نسل کے مستقبل کی تعمیر کے لیے ہجرت پہلا انتخاب بن گئی ہے۔ مثال کے طور پر، تونس سے یورپ اور مغرب ہجرت کرنے کے خواہشمند نوجوانوں کی شرح 65 فیصد سے تجاوز کر گئی ہے۔

دونوں قسم کے مہاجرین کی حالت پر نظر ڈالنے والا، وہ جو اپنی جان بچانے کے لیے ہجرت کرتا ہے اور وہ جو باعزت زندگی کی تلاش میں نکلتا ہے، یہ پائے گا کہ اس ہجرت اور اس کے بعد آنے والی تکالیف کا اصل سبب تیسری دنیا کے موجودہ حکمران نظام اور وہ ممالک ہیں جو ان مہاجرین کو پناہ دیتے ہیں۔ ان ممالک میں سیاسی بدعنوانی اور عوامی معاملات کی دیکھ بھال میں کوتاہی ہی ان پریشان حال لوگوں کو اپنے ممالک سے باہر ہجرت کرنے پر مجبور کرتی ہے۔ یہی معاملہ سیاسی اور فوجی تنازعات کا ہے، جیسے کہ ارضِ مبارک (فلسطین) کے باشندوں کی اپنے وطن سے ہجرت، جو وہ اپنی جانیں بچانے اور اس امن کی تلاش میں کرتے ہیں جو یہودی وجود اور اس کی نسلی کشی (ایتھنک کلینزنگ) کی پالیسیوں کی وجہ سے وہاں مفقود ہو چکا ہے۔ مزید برآں، یہ یہودی وجود ان کی معیشت اور جان و مال کو خطرے میں ڈال کر انہیں جبری طور پر بے دخل کرنے کی پالیسی پر بھی عمل پیرا ہے۔ یہی کچھ اہل سوڈان کے ساتھ بھی ہو رہا ہے، جہاں ریپڈ سپورٹ فورسز اور

فوج کے متحارب گروہ آپس میں دست و گریبان ہیں اور جان بوجھ کر عام شہریوں کو نشانہ بناتے ہیں، جو انہیں ہجرت اور نقل مکانی پر مجبور کر دیتا ہے۔ پس ہجرت کی اصل وجہ یہ نظام ہیں، نہ کہ ان لوگوں کی اپنی مرضی کہ وہ ان وطنوں کو چھوڑ دیں جن سے وہ مانوس ہیں۔

مہاجرین کی تکالیف اور ان کے حقوق کی پامالی کی دوسری وجہ وہ ممالک ہیں جہاں لوگ امن یا باعزت زندگی کی تلاش میں ہجرت کر کے جاتے ہیں۔ یہ ممالک دو اقسام میں منقسم ہیں: پہلی قسم ان ناکام ریاستوں کی ہے جو مہاجرین کو باعزت زندگی فراہم نہیں کر پاتیں، جیسے کہ تیسری دنیا کے ممالک؛ مثال کے طور پر سوڈانیوں کی مصر کی طرف ہجرت، برمیوں کی بنگلہ دیش کی طرف اور فلسطینیوں کی اپنے پڑوسی ممالک کی طرف ہجرت۔ یہ ناکام ریاستیں تو خود اپنے شہریوں کو ہی بنیادی سہولیات اور وقار فراہم نہیں کر پاتیں، تو پھر ان سے یہ امید کیسے کی جا سکتی ہے کہ وہ ان پناہ گزینوں کی پرواہ کریں گی جو مجبوراً ان کے ہاں آ جاتے ہیں۔ دوسری قسم مغربی ممالک کی ہے؛ یہ ممالک مہاجرین کے ساتھ وہی پرانی غلامی اور استحصال کی پالیسی برتتے ہیں، مگر ایک جدید انداز میں! تمام انسانی نسلوں کے ساتھ تعصب اور نسل پرستی پر مبنی رویہ رکھنے کے ساتھ ساتھ، یہ ممالک تیسری دنیا کے وافر وسائل کی لوٹ مار پر پلتے ہیں۔ یہ ممالک مہاجرین کو صرف اسی صورت میں قبول کرتے ہیں جب انہیں مخصوص تجربات، نوجوان افرادی قوت یا ذہنی صلاحیتوں کی ضرورت ہو، خاص طور پر اس لیے کہ وہ خود شرحِ پیدائش میں شدید کمی کا شکار ہیں۔ لہٰذا، یہ ممالک کسی بھی ایسے مہاجر کو قبول نہیں کرتے جو ان کے مفادات کی خدمت نہ کرے اور ان کی افرادی قوت کی کمی کو پورا نہ کرے، اور اس ضرورت سے زائد کسی بھی شخص کو ایک بوجھ سمجھا جاتا ہے جسے نکال باہر کرنا اور اس سے چھٹکارا پانا ضروری سمجھا جاتا ہے۔ چاہے اس کے لیے ان کشتیوں اور مچھیروں کے بیڑوں کو ہی کیوں نہ ڈبونا پڑے جن پر سوار ہو کر یہ مہاجرین اپنے ملکوں کی تپتی دھوپ (شدید مشکلات) سے بھاگ کر مغرب کی جھلساتی آگ کی طرف جاتے ہیں۔ یا پھر پڑوسی ممالک کے درمیان بلند و بالا دیواریں کھڑی کر دی جاتی ہیں، جیسے امریکہ کی وہ "عظیم" دیوار جو اسے میکسیکو سے جدا کرتی ہے، اور پناہ گزینوں کا پیچھا کر کے انہیں انتہائی ذلت آمیز طریقے سے نکال دیا جاتا ہے۔

تاریخ میں کسی بھی ریاست نے مہاجرین کے حقوق کی ویسی حفاظت نہیں کی جیسی اسلامی ریاست نے ان طویل صدیوں کے دوران کی جس میں اس نے دنیا کے بیشتر حصوں پر حکمرانی کی۔ دینِ حنیف کے شارع (اللہ تعالیٰ) نے مہاجر کے لیے پڑوسی کے حقوق، زکوٰۃ کے مال میں حصہ، اور مسلمانوں کے درمیان سکونت اور زندگی گزارنے کا حق مقرر کیا ہے، خواہ وہ مسلمان ہو، معاہد (معاہدہ رکھنے والا غیر مسلم) ہو یا ذمی (اسلامی ریاست کا غیر مسلم شہری) ہو۔ جہاں تک مسلمان کا

تعلق ہے، تو تمام اسلامی علاقے اس کے اپنے وطن ہیں، وہ ان کے درمیان بلا روک ٹوک آجا سکتا ہے اور جس جگہ چاہے رہ سکتا ہے؛ وہ وہاں کوئی مہمان، مہاجر یا پناہ گزین نہیں بلکہ مستقل شہری اور اس سرزمین کا بیٹا ہوتا ہے۔ اس کی بہترین مثال وہ "وثیقہ مؤاخات" (بھائی چارے کا معاہدہ) ہے جو نبی کریم ﷺ نے مہاجرین اور انصار کے درمیان طے کیا تھا، جس میں صراحت کی گئی تھی کہ: «هَذَا كِتَابٌ مِنْ مُحَمَّدٍ النَّبِيِّ (رَسُولِ اللَّهِ ﷺ) بَيْنَ الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُسْلِمِينَ، مِنْ قُرَيْشٍ وَأَهْلِ يَثْرِبَ وَمَنْ تَبِعَهُمْ فَلَحِقَ بِهِمْ، فَحَلَّ مَعَهُمْ وَجَاهَدَ مَعَهُمْ: أَنَّهُمْ أُمَّةٌ وَاحِدَةٌ دُونَ النَّاسِ» "یہ تحریر نبی محمد (اللہ کے رسول ﷺ) کی جانب سے مومنین اور مسلمانوں کے درمیان ہے، جن کا تعلق قریش اور یثرب سے ہے اور ان لوگوں کے لیے بھی جو ان کے نقشِ قدم پر چلے، ان سے آملے اور ان کے ساتھ مل کر جہاد کیا: کہ وہ سب دوسرے لوگوں کے مقابلے میں ایک ہی امت ہیں"۔

اور اگر کوئی معاہد یا ذمی ہو، تو اللہ تعالیٰ نے ان کے حق میں فرمایا ہے: ﴿وَإِنْ أَحَدٌ مِنَ الْمُشْرِكِينَ اسْتَجَارَكَ فَأَجِرْهُ حَتَّى يَسْمَعَ كَلَامَ اللَّهِ ثُمَّ أَبْلِغْهُ مَأْمَنَهُ ذَلِكَ بِأَنَّهُمْ قَوْمٌ لَا يَعْلَمُونَ﴾ "اور اگر مشرکین میں سے کوئی آپ سے پناہ مانگے تو اسے پناہ دے دیں یہاں تک کہ وہ اللہ کا کلام سن لے، پھر اسے اس کی امن کی جگہ (بخیر وعافیت) پہنچا دیں، یہ اس لیے ہے کہ وہ ایسے لوگ ہیں جو علم نہیں رکھتے"۔ (سورۃ التوبہ: آیت 6)

پس خلافت کے سائے میں اللہ کے نازل کردہ احکامات کے مطابق حکمرانی ہی وہ واحد راستہ ہے جو کمزور مہاجرین اور پناہ گزینوں کو محفوظ پناہ گاہ فراہم کرتا ہے۔ لہٰذا، اپنے ملک سے ہجرت کا سوچنے والے ہر شخص کے لیے لازم ہے کہ وہ مغرب میں قائم ممالک اور نظاموں کی حقیقت کو پہچانے، اور یہ نہ سمجھے کہ وہ زمین پر اللہ کی جنت ہیں، بلکہ وہ استعماری (سامراجی) ریاستیں ہیں جو کمزور ممالک پر قبضے اور ان کے عوام کو غلام بنانے پر پلتی ہیں۔ ہجرت کا سوچنے کے بجائے مہاجرین کو چاہیے کہ وہ اپنا تمام تر غصہ اپنے ممالک میں قائم ان موجودہ نظاموں پر نکالیں، انہیں جڑ سے اکھاڑ پھینکیں اور ان کی جگہ وہ نظام نافذ کریں جو ان کے اپنے وطن میں ان کی عزتِ نفس کی حفاظت کرے اور اللہ کی دی ہوئی وافر نعمتوں کے ذریعے ان کے لیے ایک باوقار زندگی کو یقینی بنائے۔

ولایہ مصر میں حزب التحریر کے میڈیا آفس کے رکن

یمن کے باشندوں کو بھوک اور قحط چاٹ رہا ہے تو پھر اس کا جڑ سے خاتمہ کرنے والا حل کیا ہے؟

تحریر: ڈاکٹر فواد الصبری–ولایہ یمن

(ترجمہ)

اقوام متحدہ نے خبر دار کیا ہے کہ فنڈز کی کمی، انسانی ہمدردی کی بنیاد پر دی جانے والی امداد کی ترسیل پر پابندیوں اور علاقائی کشیدگی کے باعث آنے والے چند ماہ میں یمن کے لاکھوں باشندے قحط کا شکار ہو سکتے ہیں۔ اقوام متحدہ کے ادارہ برائے خوراک وزراعت (ایف اے او) نے ایک حالیہ رپورٹ میں کہا ہے: "یمن میں غذائی صورتحال تیزی سے ابتر ہو رہی ہے جس کی وجہ علاقائی تنازعات، معاشی بکھراؤ، فنڈز میں کمی اور کام میں شدید رکاوٹوں کا ایک ساتھ پیدا ہونا ہے؛ اس کے نتیجے میں بڑے پیمانے پر قحط کا خطرہ سر پر منڈلا رہا ہے"۔

رپورٹ میں مزید کہا گیا ہے کہ ملک میں 18.3 ملین سے زائد افراد شدید غذائی عدم تحفظ (آئی پی سی کے تیسرے درجے یعنی بحرانی صورتحال) کا شکار ہیں، جن میں دنیا کی سب سے بڑی تعداد وہ ہے جو چوتھے درجے یعنی غذائی ایمرجنسی کا سامنا کر رہی ہے۔ یمن میں تباہی مچانے والا یہ قحط محض کوئی قدرتی آفت یا ناقص انتظام کا خالص نتیجہ نہیں ہے، بلکہ یہ امریکہ اور برطانیہ کے درمیان اپنے علاقائی اور مقامی ایجنٹوں کے ذریعے جاری کشمکش کا پیدا کردہ ایک مصنوعی المیہ ہے۔ گزشتہ برسوں کے دوران یمن کے عوام مسلسل بحرانوں کا شکار رہے، جن میں تازہ ترین 2015 میں شروع ہونے والا 'عاصفة الحزم' (فیصلہ کن طوفان) ہے، جس نے حالات کو مزید بگاڑ دیا؛ کیونکہ اس لڑائی نے یمن کی پہلے سے کمزور معیشت کی بنیادوں کو ہلا کر رکھ دیا، تنخواہوں کی ادائیگی رک گئی، بے روزگاری میں اضافہ ہوا اور کرنسی کی قدر گر گئی۔

خوفناک اعداد و شمار اس المیے کی سنگینی کو واضح کرتے ہیں؛ اقوام متحدہ کی اس وقت کی رپورٹس نے بتایا تھا کہ اشیائے خوردونوش کی شدید قلت اور خوراک و ایندھن کی قیمتوں میں بہت زیادہ اضافہ ہوا، جس کی وجہ سے یمن کے تقریباً 80 فیصد لوگ غذائی عدم تحفظ کا شکار ہو گئے۔ یہ تکلیف صرف بھوک تک محدود نہیں بلکہ وقت سے پہلے موت کا سبب بھی بن رہی ہے، جہاں یونیسیف کی رپورٹوں نے تصدیق کی ہے کہ ایک ہی سال میں تقریباً 63 ہزار یمنی باشندے ایسی وجوہات کی بنا پر موت کے منہ میں چلے گئے جن سے بچا جا سکتا تھا، اور ان میں سے زیادہ تر اموات غذائی قلت کی وجہ سے ہوئیں۔ اسی طرح بچوں میں شدید غذائی قلت کی شرح میں 2015 کے مقابلے میں 63 فیصد اضافہ ہوا ہے۔

اقوام متحدہ اس قحط کو طول دینے میں برابر کا شریک ہے؛ وہ دنیا بھر سے چندہ جمع کرنے کے لیے انتباہ اور ہنگامی اپیلیں تو جاری کرتا ہے لیکن اپنے مقاصد حاصل کرنے میں ناکام رہتا ہے۔ سعودی عرب کے زیرِ اہتمام اور اقوام متحدہ کی سرپرستی میں ہونے والی ڈونرز کانفرنس، جس میں 130 سے زائد ممالک نے شرکت کی، 2.41 ارب ڈالر کا مطلوبہ فنڈ جمع کرنے میں ناکام رہی، جو اس بات کا واضح ثبوت ہے کہ ان اداروں کو یمن کے عوام کی تکلیف سے کوئی سروکار نہیں ہے اور نہ ہی وہ کبھی کوئی بنیادی حل لائے ہیں۔ اقوام متحدہ کے نام نہاد "حل" نے حالات کو بہتر بنانے کے بجائے مزید خراب کیا اور تنازعات کو مزید ہوا دی تاکہ بڑی کافر طاقتوں کے مفادات کی خدمت کی جا سکے۔

یمن وسائل سے مالا مال ملک ہے جس کا رقبہ 5 لاکھ 55 ہزار مربع کلومیٹر ہے، جہاں مختلف معدنی ذخائر (تیل، گیس اور دیگر معدنیات) موجود ہیں اور یہاں زرخیز زرعی زمینیں ہیں۔ اس کے علاوہ یہاں مچھلیوں کی دولت کی فراوانی ہے کیونکہ یمن کے پاس 2000 کلومیٹر سے زائد طویل ساحلی پٹی ہے جو بحیرہ احمر، خلیج عدن، بحیرہ عرب اور بحر ہند تک پھیلی ہوئی

ہے۔ اس کے ساحلوں پر جزیرے اور خلیجیں بکھری ہوئی ہیں جس نے مچھلیوں اور سمندری حیات کی 350 سے زائد اقسام کے لیے بہترین ماحول فراہم کیا ہے۔ جہاں تک جزیروں کا تعلق ہے، وہ علاقائی پانیوں میں پھیلے ہوئے ہیں جن کی تعداد 186 ہے اور ان کا اپنا جغرافیہ، آب وہوا اور مخصوص ماحول ہے۔ ان میں سے زیادہ تر جزیرے بحیرہ احمر میں واقع ہیں جن میں سب سے اہم 'کمران' ہے جو بحیرہ احمر کا سب سے بڑا آباد جزیرہ ہے، نیز حنیش جزائر اور جزیرہ 'میون' ہے جو آبنائے باب المندب (بحیرہ احمر کے جنوبی دروازے) میں اپنی اسٹریٹیجک اہمیت کی وجہ سے مشہور ہے۔ بحیرہ عرب کے اہم جزائر میں جزیرہ نما 'سقطریٰ' شامل ہے؛ اس آرکیپیلاگو (جزائر کے مجموعے) میں سقطریٰ سب سے بڑا جزیرہ ہے جس میں دیگر کئی جزیرے بھی شامل ہیں۔ سقطریٰ اپنی حیاتیاتی تنوع کی وجہ سے ممتاز ہے جہاں زمین پر پودوں کی تقریباً 680 اقسام پائی جاتی ہیں اور یہ جزیرہ کافر مغرب کی نظروں میں ایک لقمہ تر بنا ہوا ہے؛ اسی لیے متحدہ عرب امارات کے داخلے کے بعد سے جزیرہ سقطریٰ، باب المندب اور المخا کو برطانیہ کے مفادات کے لیے ایک اسٹریٹیجک ہدف بنایا گیا۔

پس یمن ان کٹھ پتلی حکمرانوں، جنہوں نے اس کے وسائل کو لوٹا اور اسے مغرب کے حوالے کر دیا، اور اس استعماری کافر کے درمیان پھنس کر رہ گیا ہے جو سرمایہ دارانہ طریقے پر سب کچھ ہڑپ کر جانے کا لالچ رکھتا ہے۔ یمن کے مسئلے اور مسلمانوں کے تمام مسائل کا واحد بنیادی حل نبوت کے نقشِ قدم پر دوسری خلافتِ راشدہ کا قیام ہے، اور یہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ کا وعدہ ہے جس کی بشارت اس کے رسول اللہ ﷺ نے دی تھی۔ اور بے شک سیکولرزم اور سرمایہ داریت (کیپیٹلزم) پر مبنی موجودہ نظام ہی اصل مسئلہ ہیں؛ کیونکہ فاسد اور لوگوں کو محتاج بنا دینے والے سرمایہ دارانہ نظام ہی بدبختی، کسمپرسی اور قحط کا سبب ہیں، جس کی وجہ سرمایہ داروں کا لالچ، اپنے مفادات کی حرص اور انسانی جانوں اور خون کی قیمت پر اپنی جیبیں اور پیٹ بھرنا ہے۔

اے یمن کے ہمارے لوگو، اے یمن کے قبائل! آپ پر لاگو یہ سرمایہ دارانہ نظام ہی تمام مصیبتوں کی جڑ ہے، اور یہ ملک خون کے ساتھ ساتھ غربت اور بھوک کے سمندر میں غرق ہوتا رہے گا؛ اور یہ وسائل کی کمی کی وجہ سے نہیں ہے، بلکہ حکمرانوں کی جانب سے اس وحشیانہ نظام کے نفاذ اور اس پر جاری بین الاقوامی کھینچ تان کی وجہ سے ہے۔ لہٰذا، ہم آپ کو دعوت دیتے ہیں کہ کٹھ پتلی حکومتوں کے خاتمے اور نبوت کے نقشِ قدم پر خلافت کے قیام کے لیے حزب التحریر کے ساتھ مل کر کام کریں، کیونکہ صرف اسی کے ذریعے آپ اور امتِ مسلمہ اپنی کھوئی ہوئی بلند شان و شوکت دوبارہ حاصل کریں گے، اور اللہ کے حکم سے قحط کا نہ کوئی سایہ رہے گا اور نہ ہی کوئی وجود۔

کیا کوئی ذی ہوش انسان اپنے ملک کو استعمار کے حوالے کرنے پر راضی ہو سکتا ہے؟!

سوڈان کے وزیرِاعظم کامل ادریس نے ہفتہ 28 اپریل 2026ء کو خرطوم میں صحافیوں سے گفتگو کرتے ہوئے کہا کہ حکومت اسٹریٹیجک منصوبوں کا ایک مجموعہ شروع کرنے والی ہے، جس میں جنگ سے تباہ حال سوڈان کی تعمیرِ نو اور ملک کو اپنی بڑی اقتصادی صلاحیتوں سے فائدہ اٹھانے کے قابل بنانے کے لیے "سوڈان مارشل پلان" سرِ فہرست ہے۔ انہوں نے اشارہ کیا کہ حکومتی منصوبوں میں سرمایہ کاری کی ترغیب دینا اور مختلف شعبوں میں سوڈان کے جغرافیائی محلِ وقوع اور وسائل سے زیادہ سے زیادہ فائدہ اٹھانا بھی شامل ہے۔

حزب التحریر کے مرکزی میڈیا آفس کے ریڈیو کے لیے ایک تبصرے میں، جسے ریاست سوڈان میں حزب التحریر کے نائب ترجمان جناب محمد جامع (ابو ایمن) نے لکھا ہے، کہا گیا ہے: "مارشل پلان، جسے امریکی وزیر خارجہ جارج مارشل نے 1947ء میں ہارورڈ یونیورسٹی میں اپنی مشہور تقریر میں دوسری عالمی جنگ سے تباہ ہونے والے یورپ کی تعمیرِ نو کے لیے پیش کیا تھا، درحقیقت یورپ پر کنٹرول حاصل کرنے اور اس کی گردن میں غلامی کے طوق ڈالنے کا ایک شیطانی امریکی منصوبہ تھا"۔

آج سوڈان کے حکمران اللہ سے ڈرتے ہیں نہ اہلِ ایمان سے حیا کرتے ہیں، کیونکہ برہان نے واضح طور پر امریکہ اور اس کی دولت لوٹنے والی سرمایہ دار کمپنیوں سے مطالبہ کیا ہے کہ وہ جنگ کے بعد سوڈان کی تعمیرِ نو کے لیے یہاں آئیں! یہ مطالبہ انہوں نے 26 نومبر 2025ء کو وال اسٹریٹ جرنل میں لکھے گئے ایک مضمون میں کیا، جس میں انہوں نے کہا: "سوڈان امریکہ کا ایک مضبوط شراکت دار بننا چاہتا ہے؛ تاکہ وہ علاقائی استحکام کے تحفظ، دہشت گردی کے خلاف جنگ اور تباہ شدہ شہروں وبستیوں کی تعمیرِ نو میں اپنا حصہ ڈال سکے۔ تعمیرِ نو، سرمایہ کاری اور طویل مدتی ترقی میں امریکی کمپنیوں کا اہم کردار ہو گا"۔

سوڈان کے عوام پر لازم ہے کہ وہ امریکہ کے اس منصوبے کو سمجھیں اور اسے ناکام بنائیں، کیونکہ امریکہ کوئی خیراتی ادارہ نہیں بلکہ ایک شریر ریاست ہے جو غریبوں کا خون چوستی ہے اور اسے کسی کی کوئی پرواہ نہیں ہے۔ ماضی اور حال میں عراق، ویتنام، افغانستان اور دنیا کے دیگر حصوں میں اس نے جو شر انگیزی کی ہے، وہ سب کے سامنے واضح ثبوت اور گواہیاں ہیں۔

جدید عالمی بحران کا حل: اسلام

اسلامی نظریہ، جو تمام سطحوں پر ایک نایاب توازن رکھتا ہے، آج دنیا کے سوالوں کا صرف کوئی بنا بنایا جواب ہی پیش نہیں کرتا بلکہ ایک ایسا تہذیبی افق بھی فراہم کرتا ہے جو اپنے تاریخی حالات و واقعات کا منتظر ہے۔ محض کسی نظریے کا درست ہونا کافی نہیں ہوتا، اور نہ ہی صرف عدل و انصاف کی باتیں خود بخود نافذ ہو جاتی ہیں، جب تک کہ انہیں ایک ایسے عملی نمونے میں نہ ڈھالا جائے جو اس دور کی پیچیدگیوں اور عالمی طاقتوں کے دباؤ کا مقابلہ کر سکے۔

یہیں حزب التحریر اپنے پروگرام اور اس منظم گروہ کے ساتھ سامنے آتی ہے جو اس منصوبے کو نافذ کرنے کی صلاحیت رکھتا ہے۔ ہم اسلامی ممالک پر مسلط اس کفر کے دور میں ہر مسلمان کو دعوت دیتے ہیں کہ وہ اس عظیم جماعت کے ساتھ مل کر اپنی جدوجہد تیز کر دے، جس نے اپنی روشن فکری اور انتھک محنت سے اسلامی ریاست کے قیام کے لیے ہر چیز تیار کر لی ہے۔ یہ جماعت امت کے بیٹوں کا ہاتھ تھامتی ہے تاکہ وہ اپنے اصل مقصد یعنی 'اسلامی طرزِ زندگی کے احیاء' کو اپنی زندگی اور موت کا مسئلہ (قضیہ مصیریہ) بنا لیں اور اس کے لیے وہ اقدامات کریں جو بقا کے لیے ضروری ہیں؛ تاکہ وہ 'دارالاسلام' قائم کریں، مسلمانوں کے تمام علاقوں کو متحد کریں اور ایک خلیفہ کے سائے میں 'امتِ واحدہ' کے تصور کے ساتھ آگے بڑھیں۔ وہ سچے ایمان، بصیرت اور شعور کے ساتھ اپنے رسول ﷺ کے اس قول کو دہرائیں: **«يَا عَمِّ لَوْ وَضَعُوا الشَّمْسَ فِي يَمِينِي وَالْقَمَرَ فِي شِمَالِي عَلَى أَنْ أَتْرُكَ هَذَا الْأَمْرَ حَتَّى يُظْهِرَهُ اللَّهُ أَوْ أَهْلِكَ فِيهِ مَا تَرَكْتُهُ»** "اے چچا! اللہ کی قسم، اگر وہ میرے دائیں ہاتھ پر سورج اور بائیں ہاتھ پر چاند بھی رکھ دیں کہ میں اس کام کو چھوڑ دوں، تو بھی میں اسے نہیں چھوڑوں گا یہاں تک کہ اللہ اسے غالب کر دے یا میں اس راہ میں ہلاک ہو جاؤں"۔

آج اجنبیت ہے توکل اللہ کے حکم سے غلبہ و تمکنت ہوگی

اسلام کا راستہ دو باطلوں میں سے کسی ایک کا انتخاب نہیں ہے، اور نہ ہی یہ اپنے مفادات کے لیے لڑنے والے گروہوں میں سے کسی ایک کی طرف داری کا نام ہے، بلکہ یہ ایک آزاد، واضح اور مضبوط راستہ ہے جس پر رسول اللہ ﷺ چلے تھے۔ آپ ﷺ نے نہ تو قریش سے کوئی سودے بازی کی اور نہ ہی کسریٰ کی طاقت کے سامنے سر جھکایا، بلکہ آپ ﷺ اللہ کے حکم پر ثابت قدم رہے یہاں تک کہ اللہ کی مدد آ پہنچی۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿وَكُونُوا مَعَ الصَّادِقِينَ﴾ "اور تم سچوں کے ساتھ ہو جاؤ" (سورۃ التوبہ: آیت 119)

نجات نہ تو حالات میں گھل مل جانے میں ہے، نہ ہی رنگ بدلنے میں اور نہ ہی فاسد معاشرے کی پیروی کرنے میں، بلکہ نجات حق پر ڈٹے رہنے اور لوگوں کی پیدا کردہ خرابیوں کی اصلاح کے لیے کام کرنے میں ہے۔

اے مسلمانو! تم کوئی ہاری ہوئی اقلیت نہیں ہو، بلکہ تم ان لوگوں کا تسلسل ہو جنہوں نے اس دین کو اس وقت تھاما تھا جب یہ اجنبی (غریب) تھا، پس انہوں نے صبر کیا اور ثابت قدم رہے، تو اللہ نے ان کی مدد فرمائی اور انہیں زمین پر غلبہ و تمکنت عطا کی۔ تم وہ لوگ ہو جو اس وقت اصلاح کرتے ہو جب لوگ بگڑ جائیں، جب ترازوں کے پلڑے ڈگمگا جائیں تو تم

ثابت قدم رہتے ہو، اور حق کا بوجھ اٹھاتے ہو چاہے وہ کتنا ہی بھاری کیوں نہ ہو۔ لہٰذا کثرت سے دھوکہ نہ کھاؤ، نہ ہی باطل کے شور وغل سے ڈرو اور نہ ہی اس کی ظاہری چمک دمک سے مرعوب ہو، کیونکہ بہترین انجام تو پرہیزگاروں کے لیے ہی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿وَعَدَ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْأَرْضِ...﴾ "تم میں سے ان لوگوں سے جو ایمان لائے اور جنہوں نے نیک اعمال کیے، اللہ کا وعدہ ہے کہ وہ انہیں زمین میں ضرور خلافت (اقتدار) عطا فرمائے گا..." (سورۃ النور: آیت 55)

یہ اللہ کا وہ وعدہ ہے جو کبھی ٹل نہیں سکتا، لیکن اس تک پہنچنے کا ایک راستہ ہے؛ سچا ایمان، مخلصانہ عمل اور ایسی ثابت قدمی جس میں لرزش نہ آئے۔ پس جمے رہو، کیونکہ یہ اجنبیت محض ایک مرحلہ ہے، انجام نہیں؛ اور صبر کرو کیونکہ پو پھٹنے کا وقت اندھیرے کے بطن ہی سے جنم لیتا ہے۔ اس دین کو اسی طرح تھامو جیسے اسے پہلی بار تھاما گیا تھا، بالکل خالص اور پاکیزہ، جس میں نہ کوئی ملاوٹ ہو اور نہ ہی وہ خواہشات کے تابع ہو۔ پس آج اگر اجنبیت ہے تو کل اللہ کے حکم سے غلبہ و تمکنت ہوگی۔

﴿لَقَدْ أَنزَلْنَا إِلَيْكُمْ كِتَاباً فِيهِ ذِكرُكُمْ أَفَلَا تَعْقِلُونَ﴾ "یقیناً ہم نے تمہاری طرف ایسی کتاب نازل کی ہے جس میں تمہارا ذکر (تمہاری عزت و بزرگی) ہے، کیا تم عقل سے کام نہیں لیتے؟" (سورۃ الانبیاء، آیت:10)